خدام اہلسنت کی دعا

از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بانی تحریک خدام اہلسنت پاکستان

۲ محرم ۱۳۹۳ھ — ۶ فروری ۱۹۷۳ء

خدایا اہل سنت کو جہاں میں کامرانی دے — خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآں کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں — رسول اللہؐ کی سنت کا ہر سو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروںؓ کی صداقت کو — ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہل بیتؓ سب کی شان سمجھائیں — وہ ازواجِؓ نبیؐ پاک کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو — تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچمِ اسلام کو بالا — انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچمِ اسلام لہرائیں — کسی میداں میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کُن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل — عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبہ کامل

ہو آئینی تحفظ[1] ملک میں ختمِ نبوت کو — مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی — رسولِ پاکؐ کی عظمت محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے — تیری راہ میں ہر ایک سُنّی مسلماں وقف ہو جائے

تیری توفیق سے ہم اہل سنت کے رہیں خادم — ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں

تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیری رضواں

---

[1] الحمدللہ تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئین پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلافت راشدہ حق چار یار

نظام خلافت راشدہ زندہ باد

وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض

تحریکِ خدّام اہلسنّت والجماعۃ پاکستان کا ترجمان
نظامِ خلافتِ راشدہ کا داعی

ماہنامہ

حق چار یار رضی اللہ عنہم

لاہور

زیر سرپرستی
قائد اہلسنّت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم مظہر شریعۃ وطریقت حضرۃ مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ
بانی و امیر تحریکِ خدّام اہلسنّت پاکستان، چکوال فون نمبر ۲۴۳۴

مدیر مسئول
حکیم حافظ محمد طیب

جلد: ۳ شمارہ: ۴ ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ نومبر ۱۹۹۰ء سالانہ چندہ -/۶۰ روپے فی شمارہ -/۶ روپے

سالانہ بدل اشتراک برائے بیرون ممالک بذریعہ ہوائی جہاز رجسٹری

ریاستہائے متحدہ امریکہ	-/۲۲۰ روپے
ہانگ کانگ، نائیجیریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ	-/۱۸۰ روپے
سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت	-/۴۵ ریال

رابطہ: دفتر ماہنامہ حق چار یار لاہور، مدینہ بازار، ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور فون نمبر ۴۱۶۱۰۷

ناشر: حکیم حافظ محمد طیب، مطبع افضل شریف پرنٹرز، مقام اشاعت دفتر ماہنامہ حق چار یار لاہور، مدینہ بازار ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور

اس شمارے میں
محمد رسول اللہ والذین معہٗ
(اداریہ)
مولانا قاضی شمس الدین درویش
اور یزیدی ٹولہ
حضرت مولانا
قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہٗ
حضرت مولانا
قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اھدنا الصراط المستقیم

محمد رسول اللہ والذین معہ

قسط دوم

ماہنامہ حق چار یارؓ ماہ ربیع الاول (اکتوبر ۱۹۹۰ء) میں زیرِ عنوان مضمون کی قسط اوّل شائع ہوچکی ہے جس میں مقامِ رسالت کا بھی بیان تھا اور مقصدِ رسالت یعنی غلبۂ دینِ اسلام کے پیشِ نظر یہ عرض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عالمِ اسباب کے تحت اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے غلبۂ دین کے لیے دو قوی سبب پیدا فرمائے ہیں:

(۱) حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات مقدسہ

(۲) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

اور سورۃ الفتح کی زیرِ عنوان آیت میں قادرِ مطلق نے انہی دو اسباب کا ذکر فرمایا ہے اور انہی آیات میں مقصدِ رسالت کا بھی بیان ہے۔ چنانچہ فرمایا:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ○

وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول سیدھی راہ پر اور سچے دین پر تاکہ اُوپر رکھے اس کو ہر دین سے اور کافی ہے اللہ حق ثابت کرنے والا۔

(ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دین (اسلام) دے کر بھیجا ہے تاکہ اس (دین) کو تمام دینوں پر غالب کردے۔ (ترجمہ حضرت مولانا تھانویؒ)

اس آیت میں حق تعالیٰ نے وضاحت فرمادی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور تشریف آوری کا اصل مقصد دینِ اسلام کا غلبہ ہے اور اسلام کو غالب کرنے کی نسبت بھی خود اپنی طرف کی ہے کہ جس اللہ نے دینِ اسلام دیا ہے وہی خود اپنی قدرت سے اس کو

غالب کرے گا۔ اب اس حقیقت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یقیناً دینِ اسلام کو غلبہ نصیب ہوا۔ لیکن جہاں اللہ تعالیٰ نے غلبۂ دین کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا ہے وہاں اس کا دوسرا سبب اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ٹھہرایا ہے، اسی لیے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے ساتھ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ کا بیان ہے یعنی وہ لوگ جن کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب ہوئی ہے۔

معیّتِ نبوی عظیم نعمت ہے

معیت سے مُراد سنگت اور صحبت ہے۔ ہر صحبت کا ایک فطری اثر ہوتا ہے۔ مشہور شعر ہے ؎

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

صحبت اور معیت کا اثر نہ صرف حیوانات بلکہ نباتات اور جمادات میں بھی پایا جاتا ہے۔ اربعہ عناصر یعنی خاک، آگ، آب اور ہوا سب کے اپنے اپنے اثرات ہیں۔ غذاؤں اور دواؤں کے بھی اثرات ہیں۔ مفرد دواؤں کے جُدا اور مرکب دواؤں کے جُدا جُدا اثرات ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی اثرات میں بھی واضح فرق موجود ہے اور اسی فطری نظامِ قدرت کے تحت خالقِ کائنات نے فخر موجودات سیّد الاوّلین والآخرین امام الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین خاتم النّبیّین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور معیّت میں بھی ایک خاص اثر رکھا ہے۔ صحبتِ نبوی کا ایک خاص فیضان ہے۔ ایک خاص رنگ ہے۔ ایک خاص نُور ہے جو بلا واسطہ اپنی اپنی استعداد اور ظرف کے مطابق اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہُوا ہے۔ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان مؤمنین کاملین کو کہا جاتا ہے جن کو ایمان کی نگاہ سے دیدارِ نبوی نصیب ہُوا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل ہُوا اور اسی سورۃ الفتح میں بیعتِ صحابہؓ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان معجزانہ الفاظ میں فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ج فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ ج وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (آیت ۱۰) تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے۔ اللہ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھ کے۔ پھر جو کوئی قول توڑے سو توڑتا ہے اپنے نقصان کو اور جو کوئی پورا کرے اس چیز کو جس پر اقرار کیا اللہ سے تو وہ اس کو دے گا بدلہ بہت بڑا۔

(ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

(۲) جو لوگ آپ سے (حدیبیہ کے روز اس بات پر) بیعت کر رہے ہیں (یعنی بیعت کر چکے ہیں کہ جہاد سے بھاگیں گے نہیں) تو وہ (واقع میں) اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں (کیونکہ مقصود آپ سے اس پر بیعت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاویں گے اور جب یہ بات ہے تو گویا) خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پھر (بیعت کے بعد) جو شخص عہد توڑے گا (یعنی بجائے اطاعت کے مخالفت کرے گا) تو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر (بیعت میں) خدا سے عہد کیا ہے تو عنقریب خدا اس کو بڑا اجر دے گا۔

(ترجمہ: حضرت تھانویؒ)

شیعہ مفسّر شیعہ مجتہد مولوی حسین بخش جاڑا ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اللہ نے رسول اللہ کے ہاتھ کو اپنی طرف منسوب کر کے فرمایا کہ جن لوگوں نے رسول اللہ کی بیعت کی گویا انہوں نے اللہ کی بیعت کی اور ان کے ہاتھوں کے اوپر جو رسول اللہ کا ہاتھ تھا وہ گویا ان کا نہیں بلکہ اللہ کا ہاتھ تھا۔ اس میں شک نہیں کہ جو لوگ بیعتِ رضوان میں شریک تھے وہ بہت بلند مرتبہ کے لوگ تھے کیونکہ اللہ نے ان کا ذکر بڑے وقیع لفظوں میں فرمایا۔ البتہ اس بیعت کے ذکر کے بعد اس شرط کا اضافہ فرمادیا کہ جو لوگ اس بیعت کی وفا کریں گے ان کے لیے اجرِ عظیم ہے اور جو لوگ اس بیعت کے بعد منحرف ہوجائیں گے اور بیعت کے تقاضوں کو بھلا کر او نبی کریمؐ کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اپنی خواہشاتِ نفس کے پیچھے چلیں گے تو ان کو یہ بیعت کوئی نفع نہ دے گی بلکہ اس بیعتِ شکنی کا وبال ان کے سر پر ہوگا۔" (تفسیر انوار النجف جلد ۱۳ سورۃ الفتح ص ۶۹)

گو شیعہ مفسّر نے یہاں تصریح نہیں کی لیکن عموماً شیعہ علماء آیت کے ان الفاظ سے (کہ فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ) یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ بعد میں بیعتِ رضوان والے صحابہؓ اور خصوصاً اصحابِ ثلاثہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان ذوالنورینؓ اس عہد پر قائم نہ رہے حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت بھی غصب کر لی۔ اس لیے وہ رضی اللہ عن المومنین کا مصداق نہ رہے (العیاذ باللہ) چنانچہ اس سورۃ الفتح کی آیت لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ کی تفسیر میں مولوی حسین بخش جاڑا لکھتے ہیں: لقد رضی اللہ قرآن مجید کے ان لفظوں سے مسلمانوں

حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے صحابہ رضی نے صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لگانا سیکھا ہے۔
حضور پاکؐ کی بیعت کی تھی اور وہ کیکر کا درخت تھا اور یہ بیعت اس امر کا عہد تھا کہ ہم حضورؐ کی معیت میں
ہر خطرہ کا مقابلہ کریں گے اور ہر سخت سے سخت مرحلہ پر بھی حضورؐ کو چھوڑ کر کہیں نہ جائیں گے اور
حضرت رسولؐ کی شریعت کے جملہ احکام کے من وعن تسلیم کرنے کا عہد تھا اور ایسا کرنے والوں کو
خداوند کریم نے اپنی رضامندی کی پیش کش فرمائی ہے۔ بیعتِ رضوان کے بعد رضی اللہ کے الفاظ
تمام صحابہ کی عدالت و ایمان کی دلیل نہیں بن سکتے۔ اسی لیے تو گذشتہ آیت نمبر ۱۱ میں اس کی وضاحت
فرمائی کہ فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ یعنی جو شخص اس بیعت کو توڑے گا تو اس کا وبال اس
کے اپنے سر پر ہوگا۔ پس اس سے صاف معلوم ہوا کہ اللہ کی رضامندی صرف ان صحابہ کے لیے ہے
جنہوں نے بیعت کی اور پوری بقایا زندگی میں اس بیعت کے تقاضوں کو پورا کیا اور اس پر ثابت قدمی
سے جمے رہے لیکن وہ لوگ جو بیعت کرتے وقت بھی دیکھا دیکھی کی بنا پر منافقانہ چال چل رہے تھے کہ
ظاہر میں دوستی اور دل میں دشمنی پوشیدہ تھی یا یہ کہ اس وقت بدل وجان بیعت تو کر لی لیکن بعد میں اس
کو توڑ ڈالا اور ثابت قدم نہ رہ سکے یا یہ کہ حضورؐ کی زندگی میں تو ثابت قدم رہے لیکن وفاتِ پیغمبر
کے بعد راہِ حق سے منحرف ہو گئے۔ چنانچہ بخاری شریف میں صحابہ رضی کے ارتداد کی حدیثیں وارد ہیں اور ہم
نے مقدمہ تفسیر میں بعض کو نقل کیا ہے تو ایسے لوگ یقیناً رضائے پروردگار کے مستحق نہیں اور نہ یہ آیت
ان کو شامل ہے۔ لہٰذا آیت مجیدہ کی رو سے تمام صحابہ رضی کو عدول ثابت کرنا یا ان کو بلا استثناء جنتی کہنا
اپنے نفس کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔" (ایضاً تفسیر انوار النجف ص ۲)

الجواب

(۱) مفسر جاروا موصوف پر تعجب ہے کہ وہ بیعتِ رضوان والوں کے متعلق یہ بھی
لکھ رہے ہیں کہ: اس میں شک نہیں کہ جو لوگ بیعتِ رضوان میں شریک تھے
وہ بہت بلند مرتبے کے لوگ تھے کیونکہ اللہ نے ان کا ذکر بڑے وقیع لفظوں میں فرمایا۔" اور ان کے متعلق
یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ: "وہ لوگ جو بیعت کرتے وقت بھی دیکھا دیکھی کی بنا پر منافقانہ چال چل رہے تھے۔
یا یہ کہ اس وقت بدل وجان بیعت تو کر لی لیکن بعد میں اس کو توڑ ڈالا۔ یا یہ کہ حضورؐ کی زندگی میں تو
ثابت قدم رہے لیکن وفاتِ پیغمبر کے بعد راہِ حق سے منحرف ہو گئے۔"
تو جب ان میں ایسے لوگ بھی تھے تو پھر وہ بلند مرتبہ کیسے قرار پا گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی

کی سند ان کو کیسے عطا کر دی۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ آیت رضوان میں تو اللہ تعالیٰ نے بیعت کرنے والوں کی قسمیں بیان نہیں کیں کہ بعض ان میں ایسے تھے اور بعض ایسے تھے۔ یہ یا ایسے یا ایسے تو قرآن میں مذکور نہیں ہے۔ مفسر صاحب نے یہ کہاں سے نکال لیا۔

(۲) شیعہ مفسر کا یہ کہنا (کہ بعض ایسے بھی تھے کہ ظاہر میں دوستی اور دل میں دشمنی پوشیدہ تھی) قرآن کی تکذیب ہے کیونکہ قرآن مجید میں تو سب بیعت کرنے والوں کے متعلق فرمایا ہے۔ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ۔ "اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کا حال جانا پھر ان پر اپنی سکینت نازل فرمائی"۔ اللہ تعالیٰ تو بیعت رضوان والوں کے خلوصِ نیت کی شہادت دے رہا ہے کہ انہوں نے چونکہ اخلاص سے بیعت کی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینت (خاص رحمت) نازل فرمائی۔ جن پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو گیا ان کی بیعت بھی منافقانہ ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ سکینت تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نازل فرمائی ہے۔ چنانچہ اسی سورہ فتح آیت ۲۶ میں فرمایا: فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۵ "پس اتاری اللہ نے تسکین اوپر رسول اپنے کے اور اوپر ایمان والوں کے اور لازم کر دی ان کو بات پرہیزگاری کی اور تھے وہ بہت حق دار اس کے اور لائق اس کے اور ہے اللہ ساتھ ہر چیز کے جاننے والا۔" (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ اسیر مالٹا) اور شیعہ مفسر مولوی محمد بخش جاڑا بھی اس آیت کا ترجمہ یہ لکھتے ہیں: "پس اللہ نے سکون و اطمینان کو اپنے رسول اور مومنوں پر نازل کیا اور ان کو کلمۂ تقویٰ (توحید) کا سہارا دیا اور وہ اس کے اہل اور حقدار بھی تھے اور اللہ ہر شئ کو جاننے والا ہے۔" اس آیت کی تفسیر میں مفسر موصوف لکھتے ہیں۔ "یعنی قریشِ مکہ کی مزاحمت اور صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کے جذبات تو ابھرے تھے لیکن اللہ نے اپنی جانب سے رسول اللہ اور مومنوں کے دلوں میں سکونِ نفس اور اطمینانِ قلب کو نازل فرمایا اور کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ کا ان کو سہارا دیا جس کے وہ اہل تھے۔ حق اور احق میں اس طرح فرق ہے جس طرح مستحب اور واجب دونوں حق ہیں لیکن ان میں سے واجب احق ہے۔"

(ایضاً تفسیر انوار النجف ص ۸۸)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینت (خاص رحمت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر نازل فرمائی تھی اور آپؐ کے طفیل وہی سکینت ان صحابہ کرامؓ پر نازل فرمائی جو بیعتِ رضوان میں شریک تھے اور تقوٰی کی بات ان کے لیے لازم کر دی اور وہ اس بات کے زیادہ حق دار تھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے علم محیط کی بنا پر ان کو یہ بشارت سُنائی۔ اور شیعہ مفسر کے ترجمہ اور تفسیر سے بھی یہی حقیقت واضح ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی یہ نہیں فرمایا کہ بعض اصحابؓ پر سکینت نازل فرمائی اور بعض پر نہیں تو پھر مفسر صاحب صحابہ کی ایک جماعت کو منافق کیونکر قرار دے رہے ہیں۔

(۳) لقد رضی اللہ عن المومنین میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر بیعت رضوان والوں کو اپنی رضا مندی کی بشارت دی ہے۔ بقول شیعہ اگر اس کے باوجود بھی ان میں سے بعض بعد میں منحرف ہو گئے تو کیا اللہ کو ان کے آئندہ کا حال معلوم نہ تھا کہ قسم کھا کر ان سے راضی ہونے کا اعلان کر دیا۔ اگر ان میں سے ہی بعض نے بعد وفات نبوی مرتد ہونا تھا تو لقد رضی اللہ عن المومنین فرمانے کا بیعت رضوان والوں کو کیا فائدہ حاصل ہُوا۔ اس وقت ہماری بحث اس آیت رضوان کے متعلق ہے۔ اصحابِ بیعت رضوان میں سے نہ کوئی مرتد ہُوا اور نہ ہو سکتا تھا اور اگر شیعہ علماء اصحاب ثلٰثہ کو لقد رضی اللہ کا مصداق نہیں قرار دیں گے (العیاذ باللہ) تو پھر خارجی بھی حضرت علی المرتضیٰؓ کو اس آیت کے مصداق سے خارج کر دیں گے۔ تو اہل تشیع کس دلیل کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس آیت کا مصداق قرار دے سکیں گے۔ پھر تو بحث واقعات کی رہ جائے گی اور محض اس آیت کی بنا پر تو بیعت رضوان والوں میں سے کسی صحابی کے بارے میں بھی قطعی طور پر یہ ثابت نہیں کر سکیں گے کہ ان سے اللہ راضی ہو گیا تھا یا یہ کہ اس وقت تو اللہ راضی ہو گیا لیکن بعد میں انہوں نے اس عہد و اقرار کی خلاف ورزی کی۔ علاوہ ازیں شیعہ مفسر کا یہ لکھنا کہ: لقد رضی اللہ قرآن کے ان لفظوں سے مسلمانوں نے صحابہ کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ لگانا سیکھا ہے الخ اس کی بدحواسی کی دلیل ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو مسلمانوں کے زمرہ سے نکال رہے ہیں۔ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کر بولے۔

علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظ رہے کہ روایات میں آتا ہے کہ بیعتِ رضوان کے موقع پر ایک منافق جد بن قیس بھی موجود تھا لیکن وہ اپنے نفاق کی وجہ سے اونٹوں کے پلانوں کے پیچھے چھپ گیا تھا اور وہ بیعت سے محروم رہا۔

(۴) اور شیعہ علماء نے تو اس بیعت رضوان اور اس آیت رضوان کو بالکل بے فائدہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ ان کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب سوائے چار صحابہ رض کے سارے مرتد ہو گئے تھے (العیاذ باللہ) چنانچہ شیعہ رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں:

"عیاشی نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی چار اشخاص علی بن ابی طالب۔ مقداد، سلمان اور ابوذر کے سوا سب مرتد ہو گئے۔ راوی نے پوچھا عمار کے بارے میں کیا ارشاد ہے حضرت نے فرمایا اگر ان کو پوچھتے ہو جن کے دلوں میں مطلق شک داخل نہ ہوا تو وہ یہی تین اشخاص تھے۔" (حیات القلوب جلد دوم مترجم ص ۹۲۳ ناشر امامیہ کتب خانہ مغل حویلی اندرون موچی دروازہ لاہور)

لیجئے شیعہ مذہب کی بنیاد پر مستند مولوی حسین بخش جاڑا کے نزدیک ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رض میں سے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علی رض کی خلافت بلافصل کو ماننے والے مخلص اصحاب صرف تین رہ گئے تھے اور حضرت عمار بن یاسر بھی پورے مخلص نہ تھے اس کے ساتھ حسب ذیل روایت بھی قابل ملاحظہ ہے: کتاب اختصاص میں بسند معتبر حضرت (امام جعفر) صادق سے روایت کی گئی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے سلمان! اگر تمہارے علم کا اظہار مقداد پر کیا جائے تو وہ کافر ہو جائیں اور مقداد سے فرمایا کہ اگر تمہارے صبر کو سلمان پر پیش کیا جائے تو وہ کافر ہو جائیں۔" (ایضاً حیات القلوب ص ۹۲۲) اس کتاب میں یہ روایت بھی ہے کہ: "عیسیٰ بن حمزہ نے حضرت صادق سے دریافت کیا کہ وہ چار اشخاص جن کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا کہ بہشت ان کی مشتاق ہے، کون کون ہیں؟ حضرت نے فرمایا ہاں وہ سلمان۔ ابوذر۔ مقداد اور عمار رضی اللہ عنہم ہیں۔ راوی نے پوچھا ان میں سب سے بہتر کون ہیں۔ فرمایا سلمان۔ پھر تھوڑے تامل کے بعد فرمایا کہ سلمان کو وہ علم تھا کہ اگر اس کو ابوذر جانتے تو کافر ہو جاتے" (ایضاً ص ۹۳۱)

یہ بھی عجیب حقائق ہیں کہ اس روایت میں تو یہ ہے کہ جنت سلمان (فارسی) ابوذر (غفاری) مقداد اور عمار بن یاسر کی مشتاق ہے اور پہلے روایت گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن کے دلوں میں مطلق شک داخل نہیں ہوا وہ صرف تین ہیں۔ سلمان۔ ابوذر اور مقداد گویا کہ عمار بن یاسر کے دل میں بھی شک داخل ہے تو پھر جنت ان کی مشتاق کیسے بن گئی۔ علاوہ ازیں وہ کونسا ایسا علم سلمان فارسی کو عطا کیا گیا ہے جو حضرت مقداد پر ظاہر کیا جائے تو وہ کافر ہو جائیں۔

اگر وہ کافر ہو سکتے ہیں تو جنت ان کی مشتاق کیسے بن گئی

؎ بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

خلاصہ کلام خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیعہ مذہب کے مطابق حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرنے والے چودہ سو یا پندرہ سو صحابہؓ کو جو اللہ تعالیٰ نے لقد رضی اللہ عن المومنین کے معجزانہ الفاظ سے اپنے راضی ہونے کی بشارت دی تھی تو یہ محض اوپر اوپر کا بہلاوا تھا جس طرح بچوں کو بہلایا جاتا ہے ورنہ ان میں سے کوئی بھی مخلص وفادار ثابت نہیں ہوا اور سب نے بعد میں اس عہد و اقرار کو توڑ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور ان کی خلافت کو تسلیم کرنے والے صحابہ کرامؓ نے تو حضرت علیؓ المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل غصب کر لی اور حسب اعتقاد شیعہ وہ اسلام سے خارج ہو گئے العیاذ باللہ جیسا کہ اسی حیات القلوب میں ہے: "صحابہ و مہاجرین اور انصار کے لیے ان آیتوں اور حدیثوں میں جو مدح اور فضیلتیں وارد ہوئی ہیں وہ ان کے لیے ہیں جو دین سے خارج نہیں ہوئے اور نہ منافق ہوئے اور نہ امیر المومنین کے سوا کسی غیر حق خلیفہ کی متابعت کی ہے اور جو صحابہ کافر اور مرتد ہو گئے اور انہوں نے امیر المومنین کی مخالفت کی اور ان کے دشمنوں کی مدد کی ہے وہ کافروں سے بھی بدتر ہیں الخ (ایضاً حاشیہ ص ۹۱۶) اور صحابہ کرامؓ میں سے شیعوں کے نزدیک جو مخلص تھے اور حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل کو مانتے تھے اور جنت بھی ان کی مشتاق تھی یعنی سلمان فارسی۔ مقداد۔ عمار بن یاسر اور ابوذر غفاری انہوں نے بھی از روئے تقیہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کر لی حتیٰ کہ خود حضرت علیؓ المرتضیٰ نے بھی حضرت صدیقؓ کی بیعت کر لی جن کو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب اعتقاد شیعہ خلیفہ بلا فصل نامزد کیا تھا۔ چنانچہ امام باقرؒ سے روایت ہے۔ فلذلك كتم علىٌّ عليه السلام امره وبايع مكرها حيث لم يجد اعوانا (فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص ۱۲۹ مطبوعہ لکھنؤ): یہی وجہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے امر خلافت کو چھپایا اور جب آپ نے مددگار نہ پائے تو مجبور ہو کر بیعت کر لی" اور جبری بیعت کی بھی امامیہ کے نزدیک یہ صورت تھی، جیسا کہ شیعہ رئیس المحدثین باقر مجلسی نے ہی یہ روایت نقل کی ہے کہ۔ کتاب اختصاص اور بصائر الدرجات بلکہ تمام کتابوں میں بسند ہائے معتبر حضرت صادقؒ سے روایت کی ہے کہ جب لوگوں نے ابوبکر کی

بعیت کے لیے جناب امیر کا گریبان پکڑا اور آپ کو مسجد کی جانب کھینچ کر لائے الخ (الیضاً حیات القلوب مترجم ص ۱۰۳۰) اور اس سے بھی کریہہ منظر شیر خدا کے متعلق یہ پیش کیا ہے:

"پس وہ اشقیائے اُمت گلوئے مبارک جناب امیر میں ریسماں (رسّی) ڈال کر مسجد میں لے گئے اور بروایت دیگر جب دروازہ پر پہنچے اور جناب فاطمہ مانع ہوئیں اس وقت قنفذ نے اور بروایت دیگر عمرؓ نے تازیانہ (کوڑا) بازوئے جناب فاطمہ پر مارا کر بازو جناب سیدہ کا شکستہ ہوگیا اور سوج گیا پھر بھی جناب فاطمہ نے جناب امیر سے ہاتھ نہ اٹھایا اور ان اشقیاء کو گھر میں آنے سے منع کیا یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب فاطمہ پر گرادیا اور پسلیوں کو شکستہ کیا اور اس فرزند کو جو شکم میں جناب فاطمہ کے تھا اور حضرت رسولؐ نے اس کا محسن نام رکھا تھا شہید کیا الخ

(جلاء العیون مترجم اردو (مؤلفہ رئیس المحدثین باقر مجلسی) طبع لکھنؤ ص ۱۵۲)

اس روایت پر کوئی خاص تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہر عقل و فہم رکھنے والا شخص خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو یہ فیصلہ کرے گا کہ اگر یہ روایت صحیح ہے (اور شیعہ علماء کے نزدیک یقیناً صحیح ہے) تو پھر حضرت علی المرتضیٰ کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہتی۔ جن کا لقب شیرِ خدا ہو اور جو قاتل مرحب اور فاتح قلعہ خیبر ہوں اور حسبِ اعتقاد شیعہ وہ وصی رسول اللہ اور خلیفہ بلافصل ہوں۔ اتنا کمزور شخص اور شوہر تو بہت کم ہی پایا جاتا ہے۔

فوج در فوج

شیعہ مفسر مولوی حسین بخش جاڑا یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ: جب قریش نے دیکھا کہ اسلام روز بروز ترقی پر ہے اور حضورؐ کے حلقہ اطاعت میں لوگ فوج فوج ہو کر داخل ہو رہے ہیں تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ جادوگر ہے اور جب ابوطالب مرجائیں گے تو ہم اس کو قتل کردیں گے الخ (تفسیر انوار النجف جلد ۵ سورۃ الانعام ص ۲۰۷) یہ مکی زندگی کا حال ہے جس میں فوج فوج لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اور قرآن مجید کی ہمہ گیر جاذبیت کے سلسلے میں یہی شیعہ مفسر لکھتے ہیں کہ: جب عرب اذہان نے اس کلام کے مقابلہ میں ہار تسلیم کرلی، اس کے متعلق اللہ کا کلام ہونا تسلیم کرلیا تو دیگر اقوام عالم جو ان کے مقابلہ میں عجم (گنگ) کی حیثیت سے تھیں کس طرح اس کی صداقت کے تسلیم کرنے سے اعراض کرسکتے تھے۔ پس دین خدا کا تھوڑی مدت

کے اندر چار دانگ عالم میں ڈنکا بج گیا اور فوج فوج ہو کر اطراف و ازواج سے حضور رسالت مآب کی بارگاہ فیض میں آ آ کر لوگ اسلامی تعلیمات سے دامن مراد پُر کر کے جانے لگے اور قرآنی فیوض و برکات سے تشنگان معرفت نے وہ استفادہ کیا کہ پھر اوہ لوگ ان سے سیکھ سیکھ کر دُور دُور تک اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے الخ (مقدمہ تفسیر انوار النجف جلد اول ص ۲۰۳-۲۰۴)

یہاں شیعہ مفسر جاذا نے قرآن کے فیوضات اور نورِ اسلام کے پھیلاؤ کا جو نقشہ کھینچا ہے اہل صحیح اور حق ہے اور یہی مذہب اہل سنت ہے اور دین اسلام میں لوگوں کا فوج در فوج داخل ہونے کا اعلان قرآن مجید کی سورۃ اذا جاء نصر اللہ والفتح میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جب خدا کی مدد اور (مکہ کی) فتح (مع اپنے آثار کے) آ پہنچے (یعنی واقع ہو جائے) اور (آثار جو اس پر متفرع ہونے والے ہیں یہ ہیں کہ) آپ لوگوں کو اللہ کے دین (یعنی اسلام) میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس سے استغفار کی درخواست کیجئے۔ وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔" (ترجمہ حضرت مولانا تھانوی) اس کی تفسیر میں مولانا تھانوی یہ بھی لکھتے ہیں کہ: عام لوگ فتح مکہ کے منتظر تھے۔ اب تک ایک ایک دو دو آدمی مسلمان ہوتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد قبائل کے قبائل اسلام میں داخل ہونے لگے۔" (تفسیر بیان القرآن) ۸ھ میں دس ہزار صحابہ کرامؓ نے رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مکہ فتح کیا تھا اور بائبل میں اس فتح مکہ کے متعلق پیشگوئی میں لکھا ہے کہ: دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔

بہرحال قرآن مجید میں قادر مطلق کا بھی یہی اعلان ہے کہ لوگ دینِ اسلام میں فوج فوج داخل ہوں گے اور شیعہ مفسر موصوف بھی اس کا صراحتاً اعتراف کر رہے ہیں تو ہمارا سوال مفسر موصوف سے یہ ہے کہ کیا دینِ اسلام میں داخل ہونے والی فوجیں بعد میں مرتد ہونے کے لیے داخل ہوئی تھیں اور قرآن کے فیوضات جو چار دانگ عالم میں پھیلے تھے کیا وہ محض وقتی اور عارضی تھے جو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب ختم ہو گئے؟

قرآنی فیوضات اور فوج فوج اسلام میں داخل ہونے کا اقرار کرنے کے بعد مولوی حسین بخش موصوف

کہ کیا ہو گیا ہے؟ یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ سوائے تین چار کے سب مرتد ہو گئے تھے اور جو تین چار دل سے مومن تھے وہ بھی بظاہر منافق بن گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کچھ تو عقل و انصاف سے کام لینا چاہیئے اور آیت میں جو فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ کے الفاظ ہیں تو ان میں صرف ایک ضابطہ بیان کیا گیا ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعیت رضوان والوں میں ضرور ایسے لوگ ہوں گے جو بعد میں اس عہد و اقرار پر قائم نہیں رہیں گے۔ اگر ایسا ہوتا تو تمام بعیت کرنے والوں کے متعلق لقد رضی اللہ نہ فرماتے۔ قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے۔ لاتکونن من الممترین (آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں) اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شک کرنے والوں میں سے ہو سکتے تھے کیونکہ آپ معصوم ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا۔ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ (اگر آپ شرک کریں گے تو آپ کا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا) تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ سے شرک کے ارتکاب کا خطرہ تھا۔ ہرگز نہیں۔ یہاں محض دین کے ضابطے بیان کیے گئے ہیں اور صحابہ کرام رض گو معصوم نہیں ہیں اور ان سے عہد شکنی ہو سکتی ہے لیکن لقد رضی اللہ عن المومنین کے اعلان سے ان کو عہد شکنی سے محفوظ فرما دیا گیا۔ اسی طرح مفسر مولوی حسین بخش صاحب نے جو بخاری کی حدیث پیش کی ہے کہ بعض اصحاب کے متعلق اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کچھ کیا ہے تو ان سے مراد بعیت رضوان والے اصحاب تو ہو نہیں سکتے کہ ان کو رضامندی کی سند مل چکی ہے اور نہ مہاجرین اولین اور انصار یا ان کے متبع اصحاب مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کو بھی رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی سند قرآنی مل چکی ہے۔ حوض والی ایک حدیث میں اصحابی کے بجائے اُصیحابی کا لفظ ہے تصغیر کے ساتھ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حقیقتاً اصحاب نہ تھے بلکہ وہ دوسرے اُمتی تھے جن کے دعوی کی بنا پر اصیحاب فرمایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بعض قبائل مرتد ہو گئے تھے۔ بعض نے زکوٰۃ کا انکار کر دیا تھا اور بعض جھوٹی نبوت کے مدعی پیدا ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رض کے ذریعے ان سب کفر و ارتداد کے فتنوں کا قلع قمع کر دیا تھا۔

تحریف قرآن | شیعہ رئیس المفسرین علامہ باقر مجلسی نے یہ روایت بھی لکھی ہے کہ:

"بعد چند روز کلام اللہ ناطق یعنی جناب امیر (حضرت علیؓ) نے قرآن کو جمع فرمایا اور بعزو ادب میں رکھ کر سر بمہر کر دیا اور مسجد میں تشریف لا کر مجمع مہاجرین و انصار میں ندا فرمائی کہ اے گروہ مرداں جب میں دفن پیغمبر آخر الزماںؐ سے فارغ ہوا بحکم آنحضرت قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا اور جمیع آیات و سورت ہائے قرآن کو میں نے جمع کیا ہے اور کوئی آیہ آسمان سے نازل نہیں ہوا جو حضرت نے مجھے نہ سنایا ہو اور اس کی تاویل مجھے نہ تعلیم کی ہو۔ چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق منافقین قوم و نص خلافت جناب امیر پر صریح تھے اس وجہ سے عمر نے اس قرآن کو قبول نہ کیا۔ پس جناب امیر خشمناک اپنے حجرۂ طاہرہ کی جانب تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اب قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد نہ دیکھو گے۔"

(جلاء العیون مترجم اردو جلد اول صـ۱۵۰ طبع لکھنؤ) ایضاً جلاء العیون مترجم جلد اول صـ۲۰۲ مطبع انصاف پریس لاہور)

یہ بھی ملحوظ رہے کہ لکھنؤ کے ترجمہ میں تو یہ الفاظ ہیں کہ "اس وجہ سے عمر نے اس قرآن کو قبول نہ کیا" اور لاہور کے مطبوعہ نسخے میں یہ لکھا ہے کہ "اس وجہ سے خلافت نے اس قرآن سے انکار کر دیا" اور اس قسم کی روایت اصول کافی طبع لکھنؤ صـ۶۷۱ پر اور شافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم کتاب فضل القرآن ص ۶۳۱ پر موجود ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں: "انہوں نے کہا ہمارے پاس جامع قرآن موجود ہے ہمیں آپ کے قرآن کی ضرورت نہیں۔ حضرت نے فرمایا بخدا اس کے بعد اب تم کبھی نہ اس کو دیکھو گے۔" اور شیعہ مفسر حائری موصوف بھی لکھتے ہیں کہ: ایک اور روایت میں آپ (یعنی امام محمد باقر) نے فرمایا کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں پورے قرآن کا جامع ہوں جس طرح کہ وہ اترا تھا تو وہ جھوٹا ہے بلکہ جس طرح اُترا تھا اسی طرح پورے طور پر اس کو جمع اور حفظ سوائے علی بن ابی طالب کے اور کوئی کر ہی نہیں سکا اور پھر وہ ائمہ کے پاس ہے جو ان کے اوصیاء ہیں۔"

(مقدمہ تفسیر انوار النجف جلد اول ص ۳۲)

منقولہ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں قرآن میں بھی تحریف و تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر جو آیات دلالت کرتی تھیں وہ نکال دی گئیں۔ اور وہ آیات بھی نکال دی گئیں جن میں

منافقین کے کفر و نفاق کی تصریح پائی جاتی تھی اور سوائے تین چار مخلص صحابہؓ کے باقی سارے دین سے پھر گئے۔ اور یہ تین چار مخلصین بھی انتہائی بزدل اور تقیہ باز ثابت ہوئے اور حضرت علیؓ سمیت انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کو جبراً تسلیم کر لیا۔ اگر اس شیعی عقیدہ کو صحیح قرار دیا جائے تو پھر اسلام کے دامن میں کیا رہ جاتا ہے۔ اسلام عالمگیر دین کہاں ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ وہ تو جزیرۂ عرب میں ہی ختم ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ میں نے یہاں رواجی مناظرہ بازی کی حیثیت سے شیعہ مذہب پر بحث نہیں کی ہے بلکہ اصلاح شیعہ اور اظہارِ حقائق کی غرض سے قارئین کے سامنے چند معروضات پیش کردی ہیں اور شیعہ مجتہد مولوی حسین بخش صاحب جاڑا مؤلف تفسیر انوار النجف کو مطلب اس لیے کیا ہے کہ انہوں نے اپنی اس تفسیر میں صحابہ کرامؓ اور حضرات خلفاء ثلثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف بہت زیادہ زہر افشانی کی ہے۔ یہ وہی شیعہ مفسر ہیں جنہوں نے ایک فرضی مناظرہ بغداد شائع کرکے اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے اور اسلام کے جرنیل اعظم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بجائے سیف اللہ کے سیف الشیطان قرار دیا ہے العیاذ باللہ۔ ان شاء اللہ اس مضمون کی تیسری قسط میں سورۃ الفتح کی آیت محمد رسول اللہ والذین معہ میں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ نے جو خصوصیات بیان فرمائی ہیں ان کا بیان ہوگا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ (جاری ہے)

الیکشن ۱۹۹۰ء

علمائے اسلام نے کیا کھویا کیا پایا

صدر مملکت پاکستان جناب غلام اسحٰق خان صاحب نے ۶ اگست ۱۹۹۰ء کو اسمبلیاں توڑ کر بے نظیر حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا۔ صدر موصوف نے بے نظیر حکومت کی ناکامی کے لیے جو دلائل مہیا کیے پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں نے اس کی توثیق کر دی تھی۔ سابقہ حکومت کی جگہ صدر نے نگران حکومت قائم کی جس کے نگران وزیر اعظم مسٹر غلام مصطفیٰ صاحب جتوئی نامزد کیے گئے۔ اسی طرح چاروں صوبوں میں نگران وزرائے اعلیٰ کی نامزدگی ہوئی۔ صوبہ پنجاب میں غلام حیدر وائیں، سرحد میں

میر افضل خان، بلوچستان میں اکبر بگٹی اور سندھ میں جام صادق علی کو نگران وزیر اعلیٰ مقرر کیا گیا۔

(۲) صدر غلام اسحٰق خان نے تدبر اور استقامت کا ثبوت دیا اور حسب وعدہ ۲۴ اکتوبر کو قومی اسمبلی اور ۲۷ اکتوبر کو صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کرائے۔ فوج نے بھی چیف آف سٹاف جنرل اسلم بیگ کی قیادت میں پاکستان کے ان عمومی انتخابات میں صدر مملکت سے مکمل تعاون کیا۔

(۳) ۱۹۹۰ء کے ان حالیہ انتخابات میں حصہ لینے والی دو بڑی سیاسی پارٹیاں ایک دوسرے کے مقابلہ میں تھیں:

(۱) آئی جے آئی (اسلامی جمہوری اتحاد) جس کے صدر جناب میاں نواز شریف صاحب ہیں۔

(۲) پی ڈی اے (پاکستان ڈیموکریٹک الائنس) جس کی صدر سابقہ وزیر اعظم بے نظیر صاحبہ تھیں۔

آئی جے آئی میں حسب ذیل جماعتیں شامل تھیں۔ مسلم لیگ۔ جماعت اسلامی (مودودی گروپ) جمعیۃ علماء اسلام (حضرت درخواستی گروپ) جمعیت علمائے پاکستان (نیازی گروپ) جمعیت مشائخ پاکستان۔ نیشنل پیپلز پارٹی (جتوئی گروپ) جمعیۃ اہل حدیث (لکھوی گروپ)۔ ان میں مسلم لیگ اکثریتی پارٹی تھی اور پی ڈی اے حسب ذیل تین پارٹیوں پر مشتمل تھی۔ بے نظیر پیپلز پارٹی۔ تحریک استقلال (اصغر خان) اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ (جس کے صدر مولوی ساجد علی نقوی شیعہ ہیں) ان میں اکثریتی پارٹی پیپلز پارٹی تھی۔ ان کے علاوہ حسب ذیل دوسری سیاسی پارٹیوں نے بھی الیکشن میں حصہ لیا ہے ایم کیو ایم (الطاف حسین کا حق پرست گروپ) عوامی نیشنل پارٹی (ولی خان گروپ)، جمعیۃ علماء اسلام (مولانا فضل الرحمٰن گروپ) جمعیت علمائے پاکستان (مولانا نورانی گروپ) پاکستان عوامی تحریک (پروفیسر طاہر قادری گروپ) پاکستان جمہوری پارٹی (نوابزادہ نصر اللہ خان) جمہوری وطن پارٹی (نواب اکبر بگٹی) پاکستان نیشنل پارٹی (بزنجو گروپ) بلوچستان نیشنل موومنٹ (عبدالحی بلوچ) پختون خواہ ملی پارٹی (محمود اچکزئی) نیشنل پیپلز پارٹی (کھر گروپ) قبائلی علاقے (فاٹا) اور سندھ نیشنل الائنس (حمید جتوئی وغیرہ) ان کے علاوہ سینکڑوں آزاد امیدواروں نے بھی الیکشن میں حصہ لیا ہے۔

قومی اسمبلی کی کل نشستیں ۲۰۷ تھیں جن میں اسلام آباد - ۱، پنجاب - ۱۱۵، سندھ - ۴۶ سرحد - ۲۶، بلوچستان - ۱۱، فاٹا (قبائلی علاقے) - ۸ اور ۱۰ نشستیں اقلیتوں کی تھیں۔ عیسائی ۴ ہندو - ۴، سکھ، بدھ، پارسی وغیرہ - ۱، قادیانی لاہوری گروپ - ۱۔ غیر مسلموں سمیت قومی اسمبلی

کی کل سیٹیں ۲۱۷ ہیں ان میں فاٹا سے این اے ۳۴ پر ملک محمد اسلم بلا مقابلہ جیت گئے اور مسٹر باروزئی بھی مدمقابل کے دستبردار ہونے سے کامیاب ہو گئے۔ لہٰذا قومی اسمبلی کی کل ۲۱۵ نشستوں پر انتخابات ہوئے ہیں۔

اس الیکشن میں آئی جے آئی (اسلامی جمہوری اتحاد) نے پی ڈی اے (پاکستان عوامی اتحاد) کے مقابلے میں زبردست تاریخی کامیابی حاصل کی ہے۔ قومی اسمبلی کے نتائج حسب ذیل ہیں:

(۱) آئی جے آئی = ۱۰۵۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔ پنجاب ۹۲، سندھ ۔ ۲، سرحد ۔ ۸، بلوچستان ۔ ۲

(۲) پی ڈی اے (بے نظیر) = ۴۵ تفصیل حسب ذیل ہے۔ پنجاب ۔ ۱۴، سندھ ۔ ۲۴، سرحد ۔ ۵، بلوچستان ۔ ۲

(۳) حق پرست گروپ (الطاف حسین) سندھ ۔ ۱۵ باقی تین صوبوں میں ان کا کوئی امیدوار نہ تھا

(۴) عوامی نیشنل پارٹی (اے این پی ۔ ولی خان گروپ) سرحد ۔ ۶ باقی تین صوبوں میں صفر

(۵) جمہوری وطن پارٹی (اکبر بگٹی) بلوچستان ۔ ۲ باقی صفر

(۶) پاکستان نیشنل پارٹی (بزنجو) بلوچستان ۔ ۲ باقی صفر

(۷) جمعیۃ علماء اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) سرحد ۔ ۴، بلوچستان ۔ ۲ باقی صفر

(۸) بلوچستان نیشنل موومنٹ (عبدالحی بلوچ) بلوچستان ۔ ۲ باقی صفر

(۹) پختون خواہ ملی پارٹی ۔ بلوچستان ۔ ۱

(۱۰) پاکستان جمہوری پارٹی ۔ صفر

(۱۱) جمعیت علمائے پاکستان (نورانی گروپ) پنجاب ۳

(۱۲) پاکستان عوامی تحریک (پروفیسر قادری) ۔ تمام صوبوں میں صفر

(۱۳) قبائلی علاقے (فاٹا) ۔ ۸

آئی جے آئی کے ٹکٹ پر کامیاب ہونے والی پارٹیاں

۱۔ مسلم لیگ = ۸۵ ۲۔ مودودی جماعت اسلامی = ۸ ۳۔ جمعیت علمائے پاکستان نیازی گروپ = ۵ ۴۔ جمعیۃ علماء اسلام (درخواستی گروپ) = ۲ ۵ جمعیت مشائخ پاکستان = ۱ ۶۔ جمعیت اہل حدیث = ۱ ۷۔ نیشنل پیپلز پارٹی (جتوئی) ۲

صوبائی اسمبلیوں کے نتائج

اسلامی جمہوری اتحاد - ۲۵۵ تفصیل حسب ذیل ہے:
۱- مسلم لیگ = ۲۲۰ ۲- مودودی جماعت اسلامی = ۹
(۳) جمعیۃ علماء اسلام (درخواستی گروپ) = ۵ ۴- جمعیت علمائے پاکستان (نیازی گروپ) = ۹
باقی پارٹیوں کے صوبائی صفر صفر ہے۔

پی ڈی اے

کل صوبائی نشستیں = ۶۵ علاوہ ازیں ایم کیو ایم (الطاف گروپ)
۲۸ عوامی نیشنل پارٹی (ولی خان) ۲۲ جمہوری وطن پارٹی (اکبر بگٹی)
= ۱۱ پاکستان نیشنل پارٹی (بزنجو) = ۵ جمعیۃ علماء اسلام (مولانا فضل الرحمٰن) = ۷
بلوچستان نیشنل فرنٹ (عبدالحی بلوچ) = ۲ پختون خواہ ملی پارٹی = ۳
سندھ نیشنل الائنس (حمید جتوئی) = ۱ پاکستان جمہوری پارٹی (نوابزادہ نصراللہ خان) = ۲ آزاد = ۴۸

نوٹ: بعض نشستوں پر دوبارہ الیکشن ہوگا۔ مندرجہ اعداد و شمار روزنامہ اخبارات سے ماخوذ ہیں۔ ممکن ہے آخری سرکاری گنتی میں کچھ کمی وبیشی ہو جائے۔

حسب ذیل بڑے بڑے سیاسی لیڈر اپنی اپنی نشستوں پر ناکام رہے ہیں:
ایئر مارشل ریٹائرڈ اصغر خاں - مولانا فضل الرحمٰن صاحب - مولانا شاہ احمد نورانی - پیر پگاڑا، ولی خان - پروفیسر عبدالغفور، بابائے جمہوریت نوابزادہ نصراللہ خان - ڈاکٹر شیر افگن - عابدہ حسین۔

کامیاب ہونے والے مشہور سیاسی لیڈر:
میاں نواز شریف - جتوئی - محمد خان جونیجو - اکبر بگٹی - اجمل خٹک، مولانا عبدالستار نیازی مولانا معین الدین - شیخ رشید احمد - چوہدری شجاعت حسین - اعجاز الحق - غلام دستگیر چوہدری نثار علی اور صوبائی نشست پر جنرل ضیاء الحق مرحوم کے چھوٹے صاحبزادہ ڈاکٹر انوار الحق بھی کامیاب ہو گئے ہیں۔

دھاندلی کا واویلا

بے نظیر اور اس کی شکست خوردہ پارٹی نے اس بات کا زبردست واویلا کیا کہ انتخابات میں بڑے پیمانہ پر دھاندلی ہوئی ہے لیکن ملکی مبصرین نے اس کی تردید کر دی ہے۔ چنانچہ نیشنل ڈیموکریٹک انسٹی ٹیوٹ واشنگٹن کے نے اعلان کیا ہے کہ: اسے پاکستان میں عام انتخابات کے دوران دھاندلی کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔

چالیس ارکان پر مشتمل بین الاقوامی وفد پاکستان میں پولنگ کا جائزہ لینے آیا ہے ۔ وفد میں افریقہ ایشیا ۔ یورپ اور شمالی امریکہ کے سترہ ملکوں کے ارکان پارلیمنٹ ۔ سیاسی لیڈر اور ماہرین شامل ہیں ۔ وفد کے شریک سربراہ مسٹر حیدہالی اوغلو نے ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ وفد کے ارکان نے ووٹنگ میں دھاندلی کی متعدد شکایات سنیں مگر انتخابات کی رات ان شکایات کا کوئی ثبوت نہیں ملا ۔ وفد کی رائے میں انتخابی نظام میں جو تحفظات رکھے گئے ہیں ان کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر دھاندلی مشکل ہو گئی ہے ۔ ایک سوال پر انہوں نے کہا کہ ابتدائی بیان متعلقہ دستاویز ہے جو جمعرات کی رات کو ساڑھے چار گھنٹے کے اجلاس کے بعد تیار کیا گیا الخ (نوائے وقت لاہور ۲۸ اکتوبر ۹۰ء)

بے نظیر کی شکست کے اسباب

بے نظیر کی شکست کے ظاہری اسباب تو بہت ہیں جن کی وجہ سے عوام کی اکثریت پیپلز پارٹی کے خلاف تھی ۔ ملک میں رشوت اور تخریب کاری وغیرہ کا زور تھا اور خاص کر کراچی اور حیدرآباد میں لوگوں کی جانیں اور اموال محفوظ نہ تھے ۔ گھر سے باہر جانے والے کو یہ یقین نہیں آتا تھا کہ وہ بسلامت گھر واپس آجائے گا ۔ اغواء اور قتل و غارت کا بازار گرم تھا اور بے نظیر حکومت کی پالیسی استحکام پاکستان کے خلاف تھی جس کی وجہ سے ملک کی سلامتی کو بھی عظیم خطرہ لاحق ہو گیا تھا ۔ بے نظیر نے فوج اور صدر مملکت کو بھی اپنی سمت تنقید کا نشانہ بنا لیا تھا لیکن بے نظیر کے خاتمہ کی اصل وجہ تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے کہ بے نظیر نے اسلامی شرعی سزاؤں (چوروں کے ہاتھ کاٹنے وغیرہ) کو نہ صرف نامناسب بلکہ وحشیانہ قرار دیا تھا اور قرآنی سزاؤں کو وحشیانہ قرار دینا یقیناً کفر ہے ۔ جناب مولانا عبدالقادر صاحب آزاد خطیب شاہی مسجد لاہور کا یہ فتویٰ تو صحیح تھا کہ شرعی سزاؤں کے خلاف اس طرح بیان دینے کی وجہ سے بے نظیر کافر ہو گئی ہے ، البتہ ووٹروں کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ بھی کافر ہیں ۔ البتہ حالات جانتے ہوئے اگر ووٹ دیں تو گناہگار ضرور ہیں ۔ بہر حال بے نظیر کے خلاف اسلام عزائم اور بیانات نے اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دی ہے اور ہم اس لیے بھی بے نظیر حکومت کے خاتمہ سے خوش ہیں کہ پاکستان جیسی عظیم مسلم مملکت کو ایک عورت کی حکمرانی سے نجات مل گئی ہے الحمد للہ ۔

طاہر قادری کا سیاسی انجام

پروفیسر طاہر قادری صاحب نے پہلے ادارہ منہاج القرآن

کی بنیاد ڈالی ۔ تحریر و تقریر کی وجہ سے ان کو مذہبی حلقوں میں شہرت ہو گئی ۔ پھر ان کو سیاسی میدان میں کودنے کا بھی شوق پیدا ہوا اور اپنی سیاسی پارٹی کا نام انہوں نے پاکستان عوامی تحریک رکھا یہ نام ہی ظاہر کرتا تھا کہ وہ نرے سیاسی اور بے قید لیڈر بننے کا شوق رکھتے ہیں کیونکہ ان کی پارٹی کے نام میں قرآن ۔ دین اور اسلام وغیرہ کوئی مذہبی لفظ شامل نہ تھا ۔ انہوں نے اپنی سیاسی پارٹی کے فروغ کے لیے بڑے بڑے اجتماعات سے بھی خطاب کیا اور اسی سلسلے میں انہوں نے مولوی ساجد علی نقوی کی تحریک نفاذ فقہ جعفریہ اور ریٹائرڈ ائیر مارشل اصغر خان سے بھی اشتراک کر کے ایک مشترکہ سیاسی پارٹی کی بنیاد رکھی ۔ علاوہ ازیں انہوں نے مولوی ساجد علی نقوی سے مذہبی اتحاد کر کے ۱۰ جنوری ۹۰ کو ایک پمفلٹ بنام "اعلامیہ وحدت" شائع کیا جس پر پاکستانی عوامی تحریک کی طرف سے پروفیسر طاہر قادری ، مولانا احمد علی قصوری اور مولانا معراج الاسلام اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی طرف سے ساجد علی نقوی ، علی الموسوی اور مولوی موسیٰ بیگ (جامعۃ المنتظر لاہور) کے دستخط ہیں ۔ اس تحریری معاہدہ (اعلامیہ وحدت) سے ثابت ہوتا ہے کہ پروفیسر قادری صاحب پاکستان میں فقہ جعفریہ کے نفاذ کے حامی ہیں ۔ اہل السنّت والجماعت کو تو وہ فرقہ واریت کا طعنہ دیتے ہیں لیکن تحریک نفاذ فقہ جعفریہ میں انہیں کوئی فرقہ واریت نظر نہیں آتی ۔ دراصل ان کے باطن میں شیعیت کے جراثیم ہیں اور اس کا بین ثبوت اس اعلامیہ وحدت کے علاوہ یہ ہے کہ انہوں نے شیعہ امام خمینی کی وفات پر حسب ذیل الفاظ میں تعزیت کی ہے :

"پاکستان عوامی تحریک کے چیئرمین علامہ طاہر القادری نے کہا ۔ آیت اللہ خمینی نے حضرت علیؓ کی سی زندگی گذاری اور حضرت امام حسینؓ کی طرح دنیا سے رخصت ہوئے ۔ امام خمینی خود تو زمین کے پیٹ میں چلے گئے مگر زمین کی پیٹھ پر چلنے والے لاکھوں انسانوں کو جینے کا سلیقہ سکھا گئے ۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے گذشتہ روز امام خمینی کی یاد میں منعقدہ ایک تعزیتی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کیا الخ ۔

(ہفت روزہ شیعہ لاہور ۱۶ جون ۱۹۸۹ء ایضاً جنگ ۸ جون ۱۹۸۹ء)

خوابوں کی دنیا

پروفیسر طاہر قادری صاحب خوابوں کی دنیا میں وقت زیادہ گزارتے ہیں ۔ ماہنامہ تکبیر شیخوپورہ نے موصوف کی تقریر کی وڈیو کیسٹ سے بغیر کسی

تحریف و تبدل کے ان کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ اس تقریر میں انہوں نے اپنے خواب بیان کیے ہیں۔ خوابوں کا سلسلہ طویل ہے۔ ان میں سے قارئین کی واقفیت کے لیے ہم یہاں بعض خواب نقل کرتے ہیں:

اسی دوران آپ باہر تشریف لے آتے ہیں۔ آنحضورؐ وضو کر کے مجھے دوسرے کمرے میں آنے کا حکم دیتے ہیں۔ صوفے پر آنحضورؐ تشریف فرماتے ہیں اور میں آپ کے قدموں کو پکڑ کر نیچے بیٹھ جاتا ہوں۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ طاہر۔ میں پاکستان کے علماء، دینی جماعتوں اور اداروں کی دعوت پر پاکستان آیا ہوا ہوں مگر انہوں نے مجھے دعوت دے کر میری قدر نہیں کی۔ میری میزبانی نہیں کی۔ انہوں نے مجھے دکھ پہنچایا ہے۔ لہٰذا میں اہلِ پاکستان سے ناراض اور دکھی ہو کر واپس مدینہ جا رہا ہوں۔ میں یہ باتیں سن کر آپ کے قدموں میں گر کر آپ کے پاؤں کو چومنے لگتا ہوں اور التجا کرتا ہوں کہ حضور پاکستان کو چھوڑ کر مت جائیے۔ حضور نے پھر فرمایا پاکستان کے علماء نے مجھے اصرار کر کے بلایا مگر میری عزت نہ کی۔ میں حضور سے رو رو کر التجا کرتا رہا کہ آپ کسی طرح رک جائیے۔ آخر کار حضور پیار اور شفقت فرماتے ہیں غصہ نبوی ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور فرماتے ہیں۔ اے طاہر۔ ایک شرط ہے۔ اگر وعدہ کرو تو رک جاؤں گا۔ پوچھا۔ آقا کیا شرط ہے۔ طاہر۔ تم میرے میزبان بن جاؤ تب میں رک جاؤں گا۔ میں نے کہا۔ میں اس قابل ہوں۔ میرے وعدہ کرنے پر آپ مزید سات دن تک قیام فرمانے پر آمادہ ہو گئے۔ پھر ارشاد فرمایا قادری، ٹھہرنے اور کھانے پینے کا انتظام بھی تمہیں کرنا ہوگا۔ مدینہ جانے کا ٹکٹ بھی تمہارے ذمہ ہے۔ تم ادارہ منہاج القرآن بناؤ۔ میں ضرور آؤں گا الخ

اسی سلسلے میں پروفیسر صاحب کا ایک یہ خواب بھی ہے کہ:

میں مدینہ طیبہ میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوں اور عہدِ رسالت کے اصل دور کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ ایک دن اور ایک رات آقا (آنحضورؐ) نے اپنے کتے (طاہر القادری) کو اپنے پاس ٹھہرایا اور آنحضورؐ نے اپنی اقتدا میں پہلی صف میں پانچ نمازیں ادا کرنے کی سعادت بخشی۔ بعد نماز عصر خلفاء راشدین کے ہمراہ آنحضورؐ مجھے باہر ٹیلے پر لے گئے اور آپ نے مجھے اپنے پہلو میں لے کر خلفاء راشدین کا مجھ سے تعارف کرایا الخ

(بشکریہ ماہنامہ تمکنت شیخوپورہ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ اگست ۱۹۹۰ء)

ان خوابوں پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں - ہم پوچھتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم (بقول طاہر القادری)
اگر پاکستان کے سُنّی علماء سے ناراض تھے تو کیا آپ شیعہ ماتمی علماء سے راضی تھے کہ پروفیسر صاحب نے
خمینی کی تعریف کی اور شیعہ مولوی ساجد علی نقوی صاحب سے مل کر ایک مشترکہ اعلامیہ شائع کر دیا؟
بقول آپ کے جب خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین کا تعارف کرایا تو کیا
ساجد علی نقوی پہلے تین خلفاء راشدین حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ
کو برحق خلیفہ راشد مانتے ہیں کہ آپ نے نقوی صاحب سے مصطفوی انقلاب لانے کے لیے معاہدہ
کرلیا - کیا آپ نہیں جانتے کہ پہلے دونوں خلیفہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ میں
آرام فرما ہیں اور شیعہ علماء خمینی سمیت ان خلفاءِ راشدین کو مومن بھی نہیں مانتے۔

تیسری طاقت کہاں گئی؟

پروفیسر طاہر القادری صاحب نے سیاسی متحدہ قوت پیدا کرنے کے لیے ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان صاحب کو بھی ساجد نقوی
کے ساتھ اشتراک ثلثہ میں شامل کیا تھا لیکن اصغر خان بھی بے نظیر کے ساتھ شامل ہو گئے اور ساجد نقوی
صاحب نے بھی الیکشن میں بے نظیر کے ساتھ اتحاد کرلیا اور ان تین پارٹیوں کے اتحاد کا نام پاکستان
ڈیموکریٹک الائنس (پاکستان جمہوری اتحاد) پی ڈی اے تجویز کیا گیا - ایئر مارشل بھی حسب سابق شکست
کھا گئے اور نقوی صاحب کا بھی کوئی امیدوار کامیاب نہیں ہُوا - پروفیسر قادری صاحب موصوف تنہا رہنے کے
باوجود گرجتے رہے اور بیانات دیتے رہے کہ ہماری جماعت (پاکستان عوامی تحریک) کو تیسری سیاسی طاقت
تسلیم کرلیا گیا ہے - نوائے وقت راولپنڈی ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں پروفیسر صاحب کا ایک الیکشنی اشتہار
شائع ہُوا ہے جس میں انہوں نے انگلیوں سے وی (وکٹری) کا نشان بنایا ہے - اس اشتہار میں لکھتے
ہیں - "دونوں دھڑوں کے بدعنوان اور آزمائے ہوئے سیاسی شاطروں کو مسترد کر کے مصطفوی انقلاب
کے قافلے کے سپاہی بنیں اور پاکستان عوامی تحریک کے نامزد کردہ باصلاحیت - بے داغ اور انقلابی
اسلامی سوچ رکھنے والے محبِ وطن امیدواروں کو منتخب کر کے انقلابی قوت کے ہاتھ مضبوط کریں"۔

قومی اسمبلی کا نتیجہ یہ نکلا کہ طاہر القادری صاحب کے نامزد تمام امیدوار شکست کھا گئے اور وہ ایک
سیٹ بھی حاصل نہ کر سکے اور نہ کوئی خواب کام دے سکا نہ وی کا نشان - ان کی تیسری سیاسی طاقت
الیکشنی سیلاب میں تنکوں کی طرح بے نام و نشان ہو کر رہ گئی - پھر قادری صاحب نے دھاندلی کا الزام

لگا کر صوبائی الیکشن کا بائیکاٹ کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ضلع چکوال کے نتائج

ضلع چکوال میں قومی اسمبلی کی دو نشستوں پر اسلامی جمہوری اتحاد کے نامزد امیدوار جنرل عبدالمجید ملک اور سردار منصور حیات نے پیپلز پارٹی کے امیدواروں سردار محمد اشرف اور سردار غلام عباس (شیعہ) کو شکست دے کر نمایاں کامیابی حاصل کی۔ قومی سیٹ پر دوسرے پانچ امیدوار بھی تھے۔ ووٹوں کا تناسب حسب ذیل ہے:

جنرل عبدالمجید ملک (چکوال)	۸۰۳۸۹	سردار منصور حیات (تلہ گنگ)	۷۹۳۲۴
سردار محمد اشرف خان (چکوال)	۶۱۴۰۴	سردار غلام عباس (تلہ گنگ)	۶۸۶۰۷
صاحب سلطان (آزاد)	۸۶۲	قاری جاوید اقبال	
نوروز خان ملک (اسلامی اُمہ)	۷۳۳	(جمعیۃ علماء اسلام (ف)	۱۱۵۲
جنرل تجمل ملک (انقلاب اسلام)	۶۰۰	فتح خان چینجی (آزاد)	۴۶۴

(بحوالہ ہفت روزہ دھن چکوال ۲۵ اکتوبر ۹۰ء)

نتائج صوبائی اسمبلی ضلع چکوال

ضلع چکوال میں صوبائی اسمبلی کی چھ سیٹوں پر اسلامی جمہوری اتحاد اور پیپلز پارٹی کا مقابلہ تھا جس میں اسلامی اتحاد نے ساری نشستیں جیت لیں۔ تناسب حسب ذیل ہے:

پی پی ۱۶ چکوال		پی پی ۱۷	
چوہدری لیاقت علی خان	۴۲۱۶۹	ملک شہباز خان (آئی جے آئی)	۴۶۲۸۱
سردار محمد اشرف خان	۲۲۹۳۳	ملک ذوالفقار اعوان (پی پی)	۲۶۲۳۶
پی پی ۱۸		**پی پی ۱۹ (تلہ گنگ)**	
وزیر بہرام (آئی جے آئی)	۴۰۸۰۲	ملک سلیم اقبال وزیر صحت	۴۲۱۰۰
سردار غلام عباس (پی پی)	۳۹۰۵۲	سردار ممتاز (ٹمن)	۳۰۵۸۳
قاری جاوید اقبال (ف)	۲۰۸	فتح خان چینجی	۳۵۲
محمد عنایت (آزاد)	۳۰۱		
ظفر (آزاد)	۱۲۱		

(بحوالہ ہفت روزہ دھن (چکوال) ۲۸ اکتوبر تا ۳ نومبر ۱۹۹۰ء

تحریک خدام اہلسنت

تحریک خدام اہلسنت مروجہ جمہوری سیاست کے تحت کوئی سیاسی جماعت نہیں بلکہ ایک مذہبی سنی تحریک ہے جو خصوصیت سے عظمت صحابہؓ اور عقیدۂ خلافت راشدہ کے تحفظ و فروغ کے لیے تحریری و تقریری طور پر کوشاں ہے لیکن جب الکیشن کا دور آتا ہے تو ہم مسلکی بنیاد پر سوچتے ہیں کہ امیدواروں میں سے کس کو کامیاب کرنا چاہیئے۔ ضلع چکوال کے سابقہ انتخابات میں بھی ہم نے یہی اصول پیشِ نظر رکھا اور حالیہ انتخابات ۱۹۹۰ء میں اسی بنیاد پر ہم نے اسلامی جمہوری اتحاد کے امیدوار مردوں کی حمایت کی کیونکہ یہ سب اہل السنت والجماعت سے تعلق رکھتے تھے اور پیپلز پارٹی کی سربراہ بے نظیر چونکہ خاتون ہیں اور عورت کی حکمرانی شرعاً جائز نہیں اس لیے پی پی کے امیدواروں کی ہم حمایت نہیں کر سکتے خواہ کوئی امیدوار سنی مذہب سے ہی تعلق رکھتا ہو کیونکہ یہ امیدوار بے نظیر کو ہی سیاسی طاقت پہنچائے گا۔ ہم نے جنرل عبدالمجید ملک، چوہدری لیاقت علی خان۔ ملک شہباز خان کی اپنے علاقہ میں کھلی حمایت کی ہے لیکن صوبائی اسمبلی کے لیے چونکہ فوزیہ بہرام کو آئی جے آئی کا ٹکٹ دیا گیا تھا اور پنجاب میں یہ واحد خاتون تھی جس کو اسلامی جمہوری اتحاد نے ٹکٹ دیا ہے۔ ہم بوجہ عورت ہونے کے اس کو ٹکٹ دینے کے بھی خلاف تھے اور ٹکٹ حاصل کرنے کے بعد بھی ہم نے اعلان کر دیا کہ چونکہ وہ عورت ہے اس لیے ہم اس کی حمایت نہیں کر سکتے اور اس کے مقابلہ میں سردار غلام عباس چونکہ شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور بے نظیر کے ٹکٹ پر بھی الکیشن لڑ رہے ہیں اس لیے ہم ان کی بھی حمایت نہیں کر سکتے۔ ہم نے اس حلقہ پی پی ۱۸ میں ووٹروں کو آزاد کر دیا تھا اور وہ سنی ووٹروں کی حمایت سے ہی کامیاب ہوئی ہیں۔ گزشتہ الکیشن ۱۹۸۸ء میں فوزیہ بہرام پہلی دفعہ کھڑی ہوئی تھیں اور ہم نے بوجہ اہون البلیتین کے اس کی تائید کی تھی، لیکن وہ ایک وقتی اور ہنگامی رائے تھی۔ چونکہ ہم مروجہ جمہوری طریقے سے عورت کے الکیشن میں حصہ لینے کے خلاف ہیں اس لیے ہم نے اصولی طور پر یہ فیصلہ کیا کہ عورت کی حمایت نہیں کریں گے، مروجہ سیاست میں مرد و عورت کا فرق ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ بے پردگی کی ایک وبا پھیلی ہوئی ہے۔ عورتیں مردوں کے جلوسوں کی قیادت کرتی ہیں۔ ان کے نعرے لگتے ہیں۔ سیاسی مرد اور سیاسی عورتیں ایک ہی سٹیج پر تقریریں کرتے ہیں۔ کیا یہ سب نفاذِ شریعت کے تقاضے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات (جو مومنین کی مائیں ہیں) کو حکم دیا گیا ہے۔ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ

ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى (سورۃ الاحزاب رکوع ۴ آیت ۳۳) اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو۔ (ترجمہ: مولانا تھانویؒ)

کیا زمانہ جاہلیت کے تبرج (زیب وزینت ظاہری) سے دَورِ حاضر کی عورتوں کا تبرج بڑھا ہوا نہیں ہے؟ بے نظیر ہو یا عابدہ حسین، فوزیہ بہرام ہو یا نسیم ولی خان قرآنی احکام کے مقابلہ میں ان کی کیا حیثیت ہے

اسلامی جمہوری اتحاد اور نفاذ شریعت

ہمیں اس بات سے تو خوشی ہے کہ بے نظیر حکومت کا خاتمہ ہو گیا ہے اور حالیہ الیکشن میں پیپلز پارٹی کو تاریخی طور پر بہت بڑی شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے اور اس کامیابی کا سہرا بھی میاں نواز شریف صاحب کے سر ہے کیونکہ انہوں نے بے نظیر کے اقتدار کے دوران بڑی جوانمردی اور استقامت سے اس کا مقابلہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی جمہوری اتحاد اور اس کی اتحادی پارٹیوں نے میاں صاحب کو ہی وزیر اعظم نامزد کیا ہے۔ ۳ نومبر کو قومی اسمبلی کے ۱۳۵۔ ارکان نے حلف اٹھالیا ہے۔ نواز شریف ۶ نومبر کو بطور وزیر اعظم حلف اٹھائیں گے۔

میاں نواز شریف اور دوسرے کامیاب ارکان اسمبلی یہ سمجھ لیں کہ ان پر ملکی اور ملی حیثیت سے بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کسی کا اقتدار ہمیشہ نہیں رہتا۔ یہ ایک ڈھلتی چھاؤں ہے۔ بے نظیر اور پیپلز پارٹی کا زوال نئی حکومت کے لیے باعث عبرت ہے حق تعالیٰ نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو جس دعا کی خود تعلیم دی ہے اس میں فرمایا ہے: قل اللهم مالك الملك تؤتي الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير انك على كل شئ قدير (سورہ آل عمران آیت ۲۶)۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ تعالیٰ سے یوں کہئے کہ اے اللہ مالک تمام ملک کے۔ آپ ملک جس کو چاہیں دے دیتے ہیں اور جس سے چاہیں ملک لے لیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں غالب کر دیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں پست کر دیتے ہیں۔ آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی۔ بلاشبہ آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔
(ترجمہ: مولانا اشرف علی تھانویؒ)

نئی حکومت نے جہاں ملک سے رشوت اور حرام خوری کو ختم کرنا ہے اور کراچی اور حیدر آباد اور

سندھ میں خصوصاً لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کرنی ہے وہاں حضور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام رسالت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ، اہلبیت اور حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شرعی مقام کا بھی تحفظ کرنا ہے۔ اس کو سنی شیعہ مسئلہ قرار دے کر نظر انداز نہ کر دیا جائے۔ یہ وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض یافتہ جماعت صحابہؓ ہے جنہوں نے قیصر و کسریٰ کی طاغوتی طاقتوں کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیا تھا اور جن کی قربانیوں کے نتیجہ میں ہندو پاکستان میں اسلام کا نور پھیلا ہے اور ہم سب کو دینِ اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی ہے۔ یہ وہی جماعت صحابہ کرام ہے جن کو حق تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی قرآنی دائمی سند عطا فرمائی ہے۔

سپیکر قومی اسمبلی

آئی جے آئی کی پارلیمانی پارٹی کے اجلاس میں اسلم خٹک کا نام نواز شریف نے تجویز کیا۔ غلام مصطفیٰ جتوئی، محمد خان جونیجو اور قاضی حسین احمد نے تائید کی۔ (مرکز اسلام آباد ۴ر نومبر ۱۹۹۰ء)

اسلم خٹک کی ذہنیت

محمد اسلم خٹک این اے ۱۰ (کوہاٹ) سے قومی اسمبلی کی نشست پر مولانا شہید احمد کے مقابلے میں کامیاب ہوئے ہیں لیکن علماء کے خلاف ان کی خاص ذہنیت کا ان کے حسب ذیل بیان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو اخبار میں شائع ہوا ہے:

"چوہدری امیر حسین کی آمد کے ساتھ ہی نواز شریف، ایم کیو ایم اور آئی جے آئی کے تمام لیڈروں کو بات چیت کے لیے فرنٹیئر ہاؤس کی بالائی منزل پر لے آئے۔ اس اثناء میں چیئرمین سینیٹ وسیم سجاد، سینیٹر سید فصیح اقبال اور سینیٹر سید مظہر علی کے ہمراہ وہاں پہنچ گئے۔ ان کے پیچھے پیچھے اسلم خٹک بھی آ گئے۔ اسلم خٹک کو دیکھتے ہی سید فصیح اقبال نے دور سے نعرہ مستانہ بلند کیا اور کہا۔ "آ گئے آ گئے یہ ہمارے بھائی پھیرو آ گئے"۔ اسلم خٹک ان کے قریب پہنچ کر گرمجوشی سے دونوں بغل گیر ہوئے۔ سید فصیح اقبال نے کہا کہ اب یہ "بھائی گھیرو" ہو گئے ہیں کیونکہ انہوں نے بہت سے لوگوں کو گھیرا ہے۔ اسلم خٹک نے قہقہے بلند کرتے ہوئے کہا کہ مجھے داد دو کہ میں نے فرنٹیئر کو ملا ازم سے بچا لیا ہے۔

(جنگ راولپنڈی ۲ر نومبر ۱۹۹۰ء)

علماء نے کیا کھویا کیا پایا

حالیہ الیکشن ۱۹۹۰ء میں جمعیۃ علمائے اسلام کے دونوں دھڑوں سے کے حسب ذیل امیدوار ناکام ہوئے ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن جنرل سیکرٹری، جمعیۃ علماءِ اسلام؛ مولانا حافظ حسین احمد، سابق ایم این اے بلوچستان اور مولانا شیر علی شاہ صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی جو اجمل خٹک کے مقابلے میں ناکام ہوئے ہیں اور حضرت درخواستی گروپ کے علماء میں سے حسب ذیل ناکام ہوئے ہیں۔ مولانا قاضی عبداللطیف صاحب سینیٹر، مولانا شہید احمد صاحب، مولانا نعمت اللہ صاحب (کوہاٹ) اور مولانا عبدالباقی (کوہستان) اور صوبائی اسمبلی میں درخواستی گروپ میں ناکام ہونے والے مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی اور مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب (اٹک) ہیں۔ قاری صاحب موصوف آئی جے آئی صوبہ پنجاب کے تحت وزیر بھی رہ چکے ہیں۔ اس دفعہ آئی جے آئی نے ان کو ٹکٹ دے کر پھر واپس لے لیا۔

اسباب

جمعیۃ علماءِ اسلام کے دونوں دھڑوں کی ناکامی کا سبب ان کا باہمی شدید اختلاف ہے۔ یہ اختلاف دراصل مولانا مفتی محمود صاحب اور مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی رحمہما اللہ تعالیٰ کے دور سے چلا آتا ہے۔ پھر مولانا مفتی محمود مرحوم کی وفات کے بعد جنرل سیکرٹری کے عہدہ کے حصول میں مولانا عبداللہ صاحب انور رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے مابین ہوگیا تھا جس کی وجہ سے جمعیۃ علماءِ اسلام، درخواستی گروپ اور فضل الرحمٰن گروپ کے نام سے دو دھڑوں میں تقسیم ہوگئی اور باہمی مخالفت کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ ڈیرہ اسماعیل خاں کی سیٹ پر مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور مولانا قاضی عبداللطیف صاحب نے ایک دوسرے کے مقابلہ میں الیکشن لڑا ہے جس کی وجہ سے دونوں ناکام رہے اور تیسرا امیدوار فضل کریم کنڈی پی ڈی اے کے ٹکٹ پر کامیاب ہوگیا۔ اس میں مولانا فضل الرحمٰن ۵۲۵۷۲ اور فضل کریم کنڈی نے ۶۴۲۸۵ ووٹ حاصل کیے اور مولانا قاضی عبداللطیف صاحب کو ۱۳۵۴۶ ووٹ حاصل ہوئے۔ اسی سیٹ پر ایک آزاد امیدوار حاجی محمد رمضان نے ۱۵۶۷۰ ووٹ حاصل کیے اگر قاضی عبداللطیف صاحب سینیٹر مولانا فضل الرحمٰن کے حق میں بیٹھ جاتے تو وہ کامیاب ہوجاتے۔ معلوم ہوا ہے کہ بعض بزرگ علماء کا ایک وفد پنجاب سے ان دونوں کے درمیان مفاہمت کرانے گیا تھا لیکن کامیاب نہیں ہوسکے۔

مولانا حسن جان صاحب

این اے ۵ چارسدہ کی سیٹ پر ولی خان کے مقابلے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی جمعیت علماءِ اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) کی طرف سے کھڑے ہوئے تھے جن کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ حضرت مولانا حسن جان صاحب نے ۶۷۱۰۴ ووٹ حاصل کیے اور ولی خان کو ۵۲۸۲۷ ووٹ ملے۔

مولانا شیر علی شیر صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی این اے ۴ پشاور کی سیٹ پر اجمل خٹک کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے تھے۔ معلوم ہوا ہے کہ مولانا سمیع الحق صاحب نے بجائے مولانا شیر علی شاہ صاحب کے اجمل خٹک کی حمایت کی ہے اور مولانا گوہر علی شاہ صاحب مہتمم دارالعلوم چارسدہ بھی صوبائی سیٹ پر نسیم ولی خان کے مقابلہ میں ناکام رہے ہیں۔

جمعیۃ علماءِ اسلام (درخواستی گروپ) کی اس الیکشن میں زیادہ کمزوری ثابت ہوتی ہے۔ جنگ لاہور ۲۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں ان کا یہ بیان شائع ہوا ہے کہ جمعیۃ علماءِ اسلام نے قومی کی ۲ اور صوبائی کی ۶ نشستیں حاصل

کی ہیں۔ قومی میں جھنگ سے مولانا ایثار القاسمی اور ڈیرہ غازی خان سے امجد فاروق جمعیت کی طرف سے کامیاب ہوئے ہیں لیکن ایثار قاسمی صاحب تو سپاہ صحابہؓ میں ہیں اور انہوں نے آئی جے آئی کے ٹکٹ پر جھنگ کی قومی اسمبلی میں الیکشن لڑا ہے۔ مولانا ایثار القاسمی نے مولانا حق نواز شہید مرحوم کی سیٹ پر کامیابی حاصل کی ہے یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے لیکن دوسرا پہلو افسوسناک ہے کہ سیاسی طور پر مولانا ایثار القاسمی اور عابدہ حسین ایک ہی پارٹی میں شامل ہوئے ہیں اور دونوں نے آئی جے آئی سے ٹکٹ حاصل کیا ہے اور دونوں کا نشان سائیکل رہا ہے حالانکہ عابدہ حسین شیعہ بھی ہے اور سپاہ صحابہؓ والے اس کو بھی مولانا جھنگوی شہید مرحوم کے قتل میں ملوث قرار دیتے ہیں۔ یہ ان کی ناتجربہ کاری ہے اور بے اصولی۔ اب قاسمی صاحب موصوف آئی جے آئی کے ضابطے اور پالیسی کے پابند ہو گئے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے پہلے لاہور میں میاں نواز شریف کے خلاف تحریک بھی چلائی تھی اور گرفتاریاں بھی دی تھیں اور نواز شریف کو علماء کا قاتل بھی قرار دیا تھا۔ اس قسم کی سیاست کا نتیجہ کیا ہوگا۔ واللہ اعلم۔ البتہ ہمارا مطالبہ نئی حکومت سے یہ بھی ہے کہ عابدہ حسین کو کسی ضمنی الیکشن کی سیٹ کے لیے ٹکٹ نہ دیا جائے ورنہ یہ اقدام سواد اعظم اہل سنت کی عظیم اکثریت سے بے وفائی کے مترادف ہوگا۔

مولانا فضل الرحمٰن کی سیاست

بلاشبہ سرحد اور بلوچستان میں بہ نسبت مولانا سمیع الحق صاحب جنرل سیکریٹری جمعیۃ علماءِ اسلام (درخواستی گروپ) سے زیادہ اثر ہے لیکن ان کی سیاسی پالیسی سے ہمیں اتفاق نہیں ہو سکا۔ پہلے وہ جنرل ضیاء الحق مرحوم کے خلاف ایم آر ڈی میں شامل رہے جس کی وجہ سے بے نظیر کو تقویت ملی۔ پھر بے نظیر سے نفاذِ شریعت کے معاملے میں امیدیں بھی وابستہ کرتے رہے ہیں اور بے نظیر کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک میں بھی انہوں نے اسلامی جمہوری اتحاد کا ساتھ نہیں دیا اور نہ ہی عورت کے وزیر اعظم بننے کے خلاف انہوں نے کبھی کوئی بیان دیا ہے۔ آخر بے نظیر سے اسلامی شریعت کے نفاذ کی توقع کیونکر کی جا سکتی تھی۔ اب ڈیرہ اسمٰعیل خان کی قومی نشست پر ناکام ہونے کے بعد پھر انہوں نے پی ڈی اے سے صوبائی الیکشن کے سلسلہ میں رابطہ قائم کیا ہے۔ چنانچہ اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ:

"صوبہ سرحد میں پی ڈی اے اور جمعیۃ علماءِ اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) نے قومی اسمبلی کے انتخاب کے بعد ایک معاہدے پر دستخط کئے ہیں جس کے تحت جس نشست پر جے یو آئی (ف) کا امیدوار نہیں ہوگا وہاں پر پی ڈی اے کی حمایت کریں گے اور جس نشست پر پی ڈی اے کا امیدوار نہیں ہوگا وہاں پر جے یو آئی (ف) کے امیدوار کی حمایت کریں گے۔ اس معاہدے پر پی ڈی اے کی طرف سے لطیف آفریدی ایڈووکیٹ اور جے یو آئی کی طرف سے صوبائی سیکریٹری جنرل امیر نواز ایڈووکیٹ نے دستخط کیے اور دونوں جماعتوں نے مختلف علاقوں میں یہ معاہدہ فوٹو اسٹیٹ کر کے اپنے حامیوں میں تقسیم کروا دیا ہے۔"

(نوائے وقت لاہور ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۰ء مشرق ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۰ء)

ہمارے نزدیک جمعیۃ علماءِ اسلام نے باہمی مخالفت اور موجودہ "مروجہ جمہوری سیاست" میں مبتلا ہو کر پایا کم ہے اور کھویا زیادہ ہے بلکہ سب کچھ کھو دیا ہے اور اب بھی اگر یہ علمائے اسلام باہم متحد نہ ہوئے اور سابقہ پالیسیوں پر گامزن رہے تو پھر ان کی داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے پیپلز پارٹی سے قریب ہو کر اور مولانا سمیع الحق صاحب نے مودودی جماعت اسلامی سے اتحاد کر کے شرعاً بہت بڑا نقصان اٹھایا ہے۔ ایک وہ دور تھا کہ اکابر جمعیۃ علماءِ اسلام تحریراً و تقریراً ہر پہلو سے مودودی جماعت اسلامی سے ہر محاذ پر نبرد آزما رہتے تھے خاص کر جمعیۃ کے اکابر میں سے مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی نے ردّ مودودیت میں بڑا مؤثر کردار ادا کیا ہے اور جب سے جمعیۃ علماءِ اسلام نے مودودی جماعت سے اشتراک کی پالیسی اختیار کی ہے جمعیۃ زوال پذیر ہوتی چلی آرہی

ہے۔ اب مودودی جماعت نے قومی اسمبلی کی آٹھ نشستیں حاصل کر کے جمعیۃ کے دونوں دھڑوں پر برتری حاصل کر لی ہے۔ مولانا سمیع الحق صاحب کو سوچنا چاہیئے کہ آئی جے آئی کے نائب امیر کی حیثیت سے ان کو کیا ملا ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ اور مخدوم العلماء وشیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خداداد بصیرت اور دلائل و براہین کی روشنی میں ردِّ مودودیت میں جو مجاہدانہ مساعی کی تھیں آپ نے اپنی مودودی نواز پالیسی کی وجہ سے سب پر پانی پھیر دیا ہے۔ کیا آپ نے ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی کتاب "خلافت و ملوکیت" نہیں پڑھی؟ کیا آپ نے تفسیر تفہیم القرآن کے وہ مقامات نہیں دیکھے جس میں انہوں نے انبیاءِ کرام کی عصمتوں کو مجروح کیا ہے؟ کیا آپ نے اسی تفسیر میں وہ عبارتیں نہیں پڑھیں جن میں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا تنقیدی نشتر چلایا ہے۔ جو سیاسی پارٹی صحابہ کرامؓ اور خلفاءِ راشدین رضؓ کی قرآنی عظمتوں کا لحاظ نہیں کرتی وہ اپنے معاصر علماء کا کیونکر احترام ملحوظ رکھ سکے گی؟

بندہ دونوں جمعیتوں کے اکابر سے عرض کرتا ہے کہ فی الحال الیکشنی سیاست سے بالاتر ہو کر مسلکِ حق اور اصولِ دین کے تحفظ و بقا کے لیے متحد ہو کر داخلی اور خارجی اعتقادی فتنوں کا مقابلہ کریں اور پھر وہی پالیسی اختیار کریں جو حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہٗ کی امارت و قیادت میں جمعیۃ علماءِ اسلام کی تھی۔ مذہب اہل سنت کی بنیاد پر اپنی سیاست کو استوار کریں۔ آپ ان دو بڑے سیاسی دھڑوں میں سے کسی دھڑے میں مدغم نہ ہوں۔ آپ ایک تیسری دینی اور شرعی متحدہ قوت پیدا کریں تاکہ حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف دونوں کے مقابلہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے سکیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو اپنی مرضیات کی توفیق دیں اور اہلسنت والجماعت کو ہر محاذ پر کامیابی حاصل ہو۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

خادم اہلسنت   مظہر حسین غفرلہ

۱۵ ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ   ۴ نومبر ۱۹۹۰ء

—

قسط ۴

مولانا قاضی شمس الدین درویش اور یزیدی ٹولہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ العالی

زیر بحث مضمون (قسط سوم) میں قاضی شمس الدین صاحب کے مقبول مؤرخ حافظ ابن کثیر محدث کی عبارت پیش کی گئی تھی جس میں انہوں نے صراحتاً یزید کو فاسق لکھا ہے نیز قاضی درویش صاحب موصوف کے مکتوب کی عبارت بھی پیش کی گئی تھی کہ: یزید کے امام فاسق ہونے کی امام غزالیؒ نے بھی تصریح کی ہے۔

(۳) حافظ ابن کثیر محدث نے یزید کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ: وقد کان یزید فیہ خصال محمودة من الکرم والحلم الخ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۰) بخوف طوالت پوری عبارت کی بجائے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

"اور یزید میں حلم، سخاوت، فصاحت، شعر (گوئی) شجاعت اور حکومت کے بارے میں خوش کن اور قابلِ تعریف خصلتیں بھی تھیں اور وہ باہم مل کر رہن سہن کا بھی اچھا تھا اور اسی طرح اس میں شہوات اور بعض اوقات بعض نمازوں کے ترک کرنے اور اکثر اوقات انہیں نہ پڑھنے کی عادت بھی پائی جاتی تھی۔" (البدایہ والنہایہ مترجم ص ۱۱۶۰)

فرمائیے کیا نماز کی پابندی نہ کرنے والا بھی صالح و راشد ہوتا ہے؟ جب یزید نماز کا پابند ہی نہ تھا تو اس کو فاسق ہی کہا جائے گا اور یہ حافظ ابن کثیر ہی کی تحقیق ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حافظ ابن کثیر محدث کے نزدیک حضرت محمد بن حنفیہ کی مذکورہ روایت قابلِ اعتماد نہیں جس میں یزید کو پابندِ نماز اور متبع سنت ظاہر کیا گیا ہے یا وہ پہلے کا حال ہے۔ اقتدار کے بعد وہ بگڑ گیا تھا۔

۴ حافظ ابن کثیر ہوں یا دوسرے مورخین و محدثین حضرات یزید کو فاسق اسی بنا پر قرار دیتے ہیں

کہ وہ پابند نماز نہ تھا۔ شراب نوشی کی بھی عادت تھی۔ موسیقی کا بھی دلدادہ تھا اور اس کے حرم میں مغنیہ عورتیں تھیں اور شکاری کتے بھی رکھتا تھا اور چیتے بھی پالتا تھا۔ کیا یہ سب صالح اور راشد خلیفہ کے اوصاف ہیں۔ علاوہ ازیں واقعہ کربلا۔ حرہ اور محاصرہ مکہ کی وجہ سے بھی اس کو ظالم اور فاسق قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ ہی لکھتے ہیں:

وقد اخطاء یزید خطاءً فاحشا فی قوله لمسلم بن عقبة ان یُبیح المدینة ثلثة ایام وهذا اخطاء کبیر فاحش مع ماانضم انما ذلک من قتل خلق من الصحابة وابناءهم وقد تقدم انه قتل الحسین واصحابه علی یدی عبیدالله بن زیاد وقد وقع فی هذه الثلاثة ایام من المفاسد العظیمه فی المدینة النبویة ما لا یحد ولا یوصف مما لا یعلمه الا الله عزّوجل وقد اراد بارسال مسلم بن عقبة توطید سلطانه وملکه ودوام ایامه من غیر منازع فعاقبه الله بنقیض قصده وحال بینه وبین ما یشتهیه فقصمه الله قاصم الجبابرة واخذه اخذ عزیز مقتدر وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القری وهی ظالمة انّ اخذه الیمٌ شدیدٌ۔ (البدایہ والنہایۃ جلد ۸ ص ۲۲۲)

اور یزید نے مسلم بن عقبہ کو یہ کہنے میں کہ وہ مدینہ کو تین دن تک مباح کردے، فاحش غلطی کی ہے اور یہ ایک بہت بڑی قبیح غلطی ہے اور اس کے ساتھ بہت سے صحابہؓ اور ان کے بیٹوں کا قتل بھی شامل ہے اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس نے حضرت حسینؓ اور آپ کے اصحاب کو عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کیا اور تین ایام میں مدینہ منورہ میں بےحد وحساب عظیم مفاسد رونما ہوئے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس نے مسلم بن عقبہ کو بھیج کر اپنی حکومت اور اقتدار کو مضبوط کرنا اور کسی جھگڑا کرنے والے کے بغیر اپنے ایام کو دوام بخشنا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے ارادے کے خلاف اسے سزا دی اور اس کے ارادے کے درمیان حائل ہو گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا جو جابروں کو ہلاک کرنے والا ہے اور اس نے غالب مقتدر (قدرت رکھنے والے) کی طرح گرفت کی بلاشبہ اس کی گرفت دردناک اور سخت ہوتی ہے۔" (البدایہ والنہایہ ج ۸ مترجم ص ۴۶۱)

⑤ جنگ حرہ وہ لڑائی ہے جو اہل مدینہ نے یزیدی لشکر کے خلاف لڑی تھی۔ اس کے متعلق حافظ ابن کثیر محدث دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

اور فریقین کے بہت سے سادات واعیان قتل ہوئے جس میں حضرت عبداللہ بن مطیع (رضی اللہ عنہ) اور ان کے ساتوں بیٹے ان کے سامنے قتل ہوگئے اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل (رضی اللہ عنہ) اور ان کے ماں جائے بھائی محمد بن ثابت بن شماس اور محمد بن عمرو بن حزم قتل ہوگئے اور جب وہ بچھڑے پڑے تھے تو مروان آپ کے پاس سے گزرا اور کہنے لگا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے، کتنے ہی ستون ہیں جن کے پاس میں نے آپ کو طویل قیام وسجود کرتے دیکھا ہے۔ پھر مسلم بن عقبہ نے جسے سلف مسرف بن عقبہ (یعنی ظالم) کہتے ہیں۔ اللہ اس برے اور جاہل شخص کا بھلا نہ کرے۔ یزید کے حکم کے مطابق مدینہ کو تین دن کے لیے مُباح کردیا۔ اللہ یزید کو اس کی نیک جزا نہ دے اور اس نے بہت سے اشراف کو اور قرآء کو قتل کردیا اور مدینہ کے بہت سے اموال کو لوٹ لیا! اور جیسا کہ کئی مورخین نے بیان کیا ہے کہ بہت سا شر وفساد پیدا ہوگیا اور جن لوگوں کو اس کے سامنے باندھ کر قتل کیا گیا۔ ان میں حضرت معقل بن سنان (رضی اللہ عنہ) بھی تھے اور آپ قبل ازیں اس کے دوست تھے مگر آپ نے یزید کے بارے میں اسے سخت باتیں سنائیں جس کے باعث وہ آپ سے ناراض ہوگیا الخ (البدایہ والنہایہ مترجم ج ۸ ص ۱۱۴۱)

یہ ہے یزید کے لشکروں کا چیف آف سٹاف (جس کو قاضی درویش صاحب صحابی سمجھتے رہے ہیں) جس نے تین دن مدینہ منورہ میں قتل عام کیا۔ صحابہ اور تابعین کو قتل کرایا حتیٰ کہ بعض صحابہؓ کو (حضرت معقل بن سنان) کو زندہ گرفتار کرکے قتل کروادیا لیکن محمود احمد عباسی اور (قاضی صاحب درویش وغیرہ یزیدی گروہ کے زعماء اس کو اسلام کا ہیرو قرار دیتے ہیں۔ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ جنگ کربلا، جنگ حرہ اور جنگ مکہ (جس میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے قتال کرنے کے لیے لشکر یزید نے بیت اللہ پر بھی حملہ کردیا تھا) جس میں ایک طرف صحابہ کرامؓ تھے اور دوسری طرف غیر صحابہ۔ لیکن اس کے باوجود قاضی شمس الدین صاحب کے باوجود دعویٰ حب صحابہ کے صحابہ کے مقابلہ میں یزید کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کو صالح راشد اور عادل قرار دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

اصحابِ مدینہ نے کیوں بیعت فسخ کی

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ واقعہ حرہ کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وكان السبب فيه ما ذكره الطبرى سنداً ان يزيد بن معاوية كان امّر على المدينة ابن عمه عثمان بن محمد بن ابى سفيان واوفد عثمان الى يزيد جماعة من اهل المدينة منهم عبد الله بن غسيل الملائكة حنظلة بن ابى عامر و عبد الله بن ابى عمرو بن حفص المخزومى فى آخرين فاكرمهم واجازهم فرجعوا فاظهروا عيبه ونسبوه الى شرب الخمر وغير ذلك ثم وثبوا على عثمان فاخرجوه و خلعوا يزيد بن معاوية الخ (فتح البارى شرح البخارى جلد ۱۳ ص ۶۰ كتاب الفتن)

طبری نے سند کے ساتھ اس واقعہ کا سبب یہ لکھا ہے کہ یزید نے مدینہ پر اپنے چچازاد بھائی عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو امیر (والی) مقرر کیا پھر اس نے یزید کے پاس اہل مدینہ کا ایک وفد بھیجا جس میں غسیل ملائکہ حضرت حنظلہؓ کے بیٹے (حضرت) عبد اللہؓ اور عبد اللہ بن ابی عمرو بن حفص المخزومی اور دوسرے لوگ تھے۔ پس یزید نے ان کا اکرام کیا اور ان کو عطیات دیے۔ پھر جب وہ واپس (مدینہ منورہ) لوٹے تو انہوں نے یزید کے عیب ظاہر کیے اور اس کے شراب پینے وغیرہ افعال کا ذکر کیا پھر انہوں نے والی مدینہ پر حملہ کیا اور اس کو شہر سے نکال دیا اور یزید کی بیعت توڑ دی الخ

اور ابن کثیر کی یہ عبارت پہلے بھی پیش کی جا چکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: صحابہ اور تابعین کے وفد نے یزید پر زندیق ہونے کا تو الزام نہیں لگایا لیکن اس کی شراب نوشی اور دوسرے عیوب کا ذکر کیا۔ (البدایہ والنہایہ مترجم جلد ۸ ص ۱۱۶۳)

ہم حامیانِ یزید کے مقابلہ میں مدینہ منورہ کے صحابہ اور تابعین کی تحقیق کو صحیح مانتے ہیں کہ یزید شراب نوش بھی تھا اور اس کے فاسقانہ افعال کی بنا پر ہی انہوں نے یزید کی بیعت فسخ کر دی تھی ورنہ بیعت کرنے کے بعد وہ اس کی بیعت کیوں فسخ کرتے اور جمہور محدثین اور مورخین نے بھی اس بنا پر یزید کو فاسق قرار دیا ہے۔

قصہ سلامہ۔ احوص اور یزید

محمود احمد صاحب عباسی نے بعنوان "منصف مزاجی" یزید اور سلامہ کا ایک قصہ لکھا ہے کہ: ابن کثیرؒ نے سلامہ نامی ایک کنیز کا واقعہ لکھا ہے جو مدینہ منورہ کی رہنے والی حسن و جمال میں یکتا اور ہمہ صفت موصوف تھی قرآن شریف اچھی قرأت سے سناتی۔ شاعرہ اور مغنّیہ (یعنی گانے والی) تھی حضرت حسان بن ثابتؓ کے فرزند عبد الرحمٰن نے جو خود بھی شاعر تھے اور جن کا ذکر ایک قصہ میں اوپر گزر چکا اس کنیز کی امیر یزید سے بہت کچھ صفت ثنا کر کے اس کی خریداری پر راغب کیا۔ کنیز کے آقا سے خریداری کا معاملہ طے کر لیا گیا۔ کنیز مذکورہ مدینہ سے دمشق آکر داخلِ حرم کی گئی اور دوسری کنیزوں پر اسے فوقیت حاصل ہو گئی۔ لیکن جب یہ راز افشا ہوا کہ یہ کنیز اور مدینہ منورہ کا ایک شاعر احوص بن محمد ایک دوسرے کے دامِ محبت میں گرفتار ہیں، امیر یزید نے احوص کو جو دمشق میں موجود تھا نیز سلامہ کو مواجہ میں طلب کر کے تصدیق کی۔ ان دونوں نے فی البدیہہ اشعار میں اقرارِ محبت کیا۔ سلامہ نے کہا کہ شدید محبت مثل رُوح کے میرے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے ہے، تو اب کیا روح اور جسم میں مفارقت ہو سکے گی۔ امیر یزید نے یہ حال دیکھ کر سلامہ کو احوص کے حوالہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اے احوص اب یہ (سلامہ) تمہاری ہے تم اسے لے لو۔ پھر اسے اچھا انعام عطا کیا۔" (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۵) انصاف پسند طبیعت ہی کا تقاضا تھا کہ داخلِ حرم کرنے کے بعد بھی ان کے جذباتِ محبت کا احترام کیا۔

(خلافت معاویہ و یزید طبع چہارم ص ۴۷)

علمی خیانت

محمود احمد عباسی نے یزید اور سلامہ کے اس واقعہ میں درمیانی عبارتیں چھوڑ دی ہیں جن سے یزید کا کردار زیادہ بے نقاب ہو تا تھا۔ بخوفِ طوالت یہاں پوری عربی عبارت کے بجائے ان عبارات کا ترجمہ پیشِ خدمت ہے:

"اور عبد الرحمٰن بن حسانؓ بن ثابت اور احوص بن محمد اس (سلامہ) کے پاس جا کر بیٹھا کرتے تھے۔ پس اسے احوص سے محبت ہو گئی اور اس نے عبد الرحمٰن سے اعراض کیا (یعنی منہ پھیر لیا) تو عبد الرحمٰن ابن حسانؓ، یزید بن معاویہؓ کے پاس شام چلا گیا اور اس نے اس کی مدح کی اور اسے سلامہ کے حسن و جمال اور فصاحت کے متعلق بتایا اور کہا۔ یا امیر المومنین۔ وہ آپ ہی کے لائق ہے اور یہ کہ وہ آپ کے داستان سراؤں میں شامل ہو۔ پس یزید نے مجھے (یعنی راوی کو) بھیجا اور میں اسے خرید

کر اس کے پاس لے آیا۔ اس نے اس کے ہاں بڑا مرتبہ حاصل کر لیا —— اور عبدالرحمٰن مدینہ واپس آیا اور احوص کے پاس سے گزرا تو اس نے اسے مغموم پایا اور اس نے اس کے غم میں اضافہ کے ارادے سے کہا۔ (اشعار) "اے وہ شخص جو واضح طور پر مبتلائے محبت ہے جسے محبوب سے شب ہائے عشق کا سوز پہنچا ہے —— اور جس کے پاس وہ ہے اس نے اسے اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے جس سے وہ خوشبو حاصل کرتا ہے وہ اللہ کا خلیفہ ہے۔ محبوب سے پوچھ لے وہ تجھ سے زیادہ مجروح دل ہے" راوی بیان کرتا ہے۔ احوص اس کا جواب دینے سے رُک گیا اور پھر اس کا غم اس پر غالب آ گیا تو اس نے یزید کے پاس جا کر اس کی مدح کی تو یزید نے اس کی عزت کی اور وہ اس کے ہاں صاحبِ مرتبہ ہو گیا اور سلامہ نے خفیہ طور پر اس کی طرف ایک خادم کو بھیجا اور اسے اس شرط پر مال بھی دیا کہ وہ اسے اس کے پاس لے آئے۔ خادم نے یزید کو اس کی اطلاع دے دی۔ تو اس نے کہا اس کا پیغام لے جاؤ تو اس نے ایسے ہی کیا اور احوص کو اس کے پاس لے گیا اور یزید ایسی جگہ پر بیٹھ گیا جہاں سے وہ ان دونوں کو دیکھتا تھا اور یہ دونو اسے نہ دیکھتے تھے اور جب لونڈی نے احوص کو دیکھا تو وہ رو کر اس کے پاس آئی اور وہ رو کر اس کے پاس گیا اور اس کے حکم سے کرسی بچھا دی گئی جس پر وہ بیٹھ گیا اور دونو ایک دوسرے کے ساتھ اپنے عشق کی شدت کے شکوے کرتے رہے اور دونو مسلسل سحر تک گفتگو کرتے رہے اور یزید بغیر اس کے کہ انہیں کچھ شبہ ہو دونوں کی باتوں کو سنتا رہا اور جب احوص نے باہر جانے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا (اشعار) میرا دل اس محبوب کی وجہ سے سخت غمگین ہے جس سے میں ہمیشہ محتاط رہا ہوں۔ وہ کہنے لگی جب محبت کرنے والے جدائی کے بعد مایوس ہو گئے تو وہ تندرست ہو گئے اور میں بھی مایوس ہو گئی اور وہ اپنے حال پر نہیں رہے (بقیہ اشعار) —— راوی بیان کرتا ہے پھر اس نے سلامہ کو الوداع کیا اور باہر نکلا تو یزید نے اسے پکڑ لیا اور سلامہ کو بلایا اور کہا تم دونوں نے آج شب جو کچھ کیا ہے اس کے متعلق مجھے سچ بتاؤ تو دونوں نے اسے بتایا اور جو اشعار دونوں نے کہے تھے اسے سنائے اور جو کچھ اس نے سنا تھا ان دونوں نے اس میں سے کسی حرف کو نہ بدلا اور نہ اس میں کچھ تغیر و تبدل کیا۔ یزید نے سلامہ سے پوچھا۔ کیا تُو اس سے محبت کرتی ہے۔ اس نے کہا یا امیرالمومنین قسم بخدا میں اس سے محبت کرتی ہوں۔ ایسی شدید محبت جو میرے جسم میں روح کی طرح رواں ہے۔ کیا رُوح و جسم کے درمیان جدائی ڈالی جا سکتی ہے۔ یزید نے احوص سے پوچھا۔ کیا تم

اس سے محبت کرتے ہو۔ اس نے کہا۔ یا امیرالمومنین قسم بخدا میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ ایسی شدید محبت جو قدیم ہے نئی نہیں اور وہ پسلیوں کے درمیان آگ کی مانند بھڑک رہی ہے۔ یزید نے کہا بلاشبہ تم دونوں شدید محبت بیان کرتے ہو۔ اے احوص اسے پکڑلو۔ یہ تمہاری ہوئی اور اس نے اسے قیمتی انعام دیا اور احوص خوشی خوشی اسے لے کر حجاز واپس آگیا الخ

(البدایہ والنہایہ مترجم ج ۸ ص ۱۱۶۷ تا ص ۱۱۷۹ - دعربی متن ص ۲۲۴-۲۲۵)

تبصرہ یزید۔ احوص اور سلامہ کا یہ قصہ میں نے حافظ ابن کثیر محدث کی کتاب البدایہ والنہایہ ج ۸ کے حوالہ سے "دفاع صحابہؓ" میں بھی مختصراً لکھا تھا اور پھر فسق یزید کی بحث میں قاضی شمس الدین صاحب درویش کو بھی فسقِ یزید کے ثبوت میں یہ حوالہ لکھا تو درویش صاحب موصوف نے بجائے عبرت حاصل کرنے کے اپنے مکتوب محررہ یکم رجب ۱۴۰۵ھ میں مجھے یہ لکھا کہ: صدیوں کے سبائی پروپیگنڈے کا اثر دیکھئے کہ وہ آپ پر بھی اثر کر گیا اور آپ نے سلامہ اور احوص کا قصہ جس نامناسب طریقے سے لکھا ہے اس قصہ میں یہ بھی تو ہے کہ سلامہ قاریۃ القرآن بھی تھی۔ شاید آپ نے اصل کتاب نہیں دیکھی تھی اور اگر دیکھ کر لکھا ہے تو ایک "تابعیہ عورت سلامہ اور ایک تابعی مرد احوص کی عصمت کو بچانے کے لیے آپ کو قاریۃ القرآن کے جملے کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے تھا۔ اگر یزیدؒ اپنے حرم میں مغنیہ رکھتا تھا تو وہ قاریۃ القرآن بھی تو تھی عفی اللہ عنہا"۔ ان کے جواب میں بندہ نے اپنے مکتوب محررہ ۲۷ رجب ۱۴۰۵ھ میں یہ لکھا کہ: یہ بات بھی آپ نے کسی حالتِ جذب میں لکھی ہے۔ کیا خوش الحانی سے قرآن پڑھنے والا ضرور صالح ہوتا ہے۔ دَورِ حاضر میں کتنے اعلیٰ قاری ہیں جو تارک نماز ہیں۔ ڈاڑھی منڈواتے ہیں۔ جب سلامہ خوش الحان اور مغنیہ (گانے والی) تھی تو قرآن بھی خوش لہجہ سے ہی پڑھتی ہوگی لیکن اس کا معروف مغنیہ ہونا ہی اس کے فاسق ہونے کی دلیل ہے۔ پھر طرفہ یہ کہ اس کی احوص شاعر سے ناجائز محبت تھی۔ اس نے یزید کے دارالخلافہ میں ساری رات اپنے عاشق کے ساتھ گزار دی۔ اس کے باوجود بھی آپ اس کو معصوم یا محفوظ قرار دیں تو آپ کی یہ مجذوبانہ بات ہوگی اور جو خلیفہ صاحب ان کو شب باشی کی اجازت دیتا ہے اور اس کی شب بیداری ان کے معاشقہ کے مشاہدہ میں صرف ہوتی ہے تو ایسے خلیفے کو اگر فاسق نہ کہا جائے تو کیوں؟ دَورِ صحابہ اور دَورِ تابعین میں اتنی وسیع و عریض مملکت اسلامیہ کا سربراہ اگر اس کردار کا حامل ہے تو اس کو کون علم و انصاف والا شخص صالح و عادل قرار دے سکتا

ہے۔ اگر ایسا خلیفہ صالح و عادل ہے تو سابق صدر پاکستان یحییٰ کو بھی صالح کہنا پڑے گا اگر حضرت محمد حنفیہ کو یزید کی اس شب بیداری کا حال معلوم ہوتا تو کیا وہ اس کو صالح و عادل قرار دے سکتے تھے۔ ہرگز نہیں۔" میرے جواب میں درویش صاحب موصوف نے اپنے مکتوب محررہ ۱۹ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ (مطابق ۲۰ مئی ۱۹۸۵ء) میں یہ لکھا کہ: فقیر پوچھتا ہے کہ کیا مغنیہ ضرور ہی فاسقہ ہوتی ہے اور کیا حضرات صحابیات شادیوں میں گاتی نہیں تھیں اور کیا خود صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پاک زمانہ کی عورتوں کا مشہور گانا اَتَیْنَاکُم اَتَیْنَاکُم ۔ فحیانا وحیاکم خود اپنی زبان مبارک سے پڑھ کر ترغیب نہیں دی تھی۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو۔ مشکوٰۃ کتاب النکاح۔ باب اعلان النکاح) اس کے جواب میں میں نے اپنے مکتوب محررہ ۲۱ شوال ۱۴۰۵ھ میں یہ لکھا کہ: آپ تو حُبِّ یزید میں بہت آگے نکل گئے ہیں۔ مجھے یہ خیال نہ تھا کہ سلامہ کے مغنیّہ ہونے کے جواز کے لیے آپ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی العیاذ باللہ مغنّی (گویا) ثابت کریں گے۔ یہ آپ کی غلط فہمی ہے حالانکہ نہ ازواج مطہرات میں سے کوئی مغنیّہ تھی اور نہ ہی صحابیات میں سے۔ جو روایت آپ پیش کر رہے ہیں اس میں جویریات کا لفظ ہے یعنی چھوٹی بچیاں۔ ثانیاً یہ واقعہ ہجرت کے موقع کا ہے جبکہ گانے بجانے کی حرمت کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ (۳) ان روایات میں تغنّی کا لفظ ہے جس سے مُراد معروف گانا نہیں بلکہ خوش آوازی سے شعر کہنا ہے۔ چنانچہ قرآن پڑھنے کے سلسلے میں بھی تغنّی کا لفظ فرمایا ہے۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من لم یتغن بالقرآن رواہ البخاری (مشکوٰۃ شریف کتاب فضائل القرآن۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن خوش آوازی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ چنانچہ (اس حدیث کے تحت) شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

وتحقیق آنست کہ مراد بتغنی تحسین صوت وتطییب وتزئین وترقیق وتحزین ادست الخ (اشعۃ اللمعات جلد دوم ص ۱۴۹) (ترجمہ) اور تحقیق یہ ہے کہ تغنّی سے مراد خوش آوازی سے اچھی طرح سنوار کر تیلی رقت اور ہمّ و فکر کے ساتھ اس طرح پڑھنا ہے کہ اس کے سننے سے دل پر اثر ہو الخ

(۴) اور معروف راگ۔ گانا اور موسیقی حرام ہے۔ چنانچہ سورۃ لقمان کی آیت ومن الناس

من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا۔ اور ایک وہ لوگ ہیں کہ خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے تاکہ بچلائیں اللہ کی راہ سے بن سمجھے اور ٹھہرائیں اس کو ہنسی" (ترجمہ حضرت شیخ الہند) اس آیت کے شان نزول میں مفسرین لکھتے ہیں کہ مکہ کا ایک مشرک تاجر نضر بن الحارث تھا جو فارس سے بادشاہوں کے قصے کہانیاں لاتا تھا۔ علاوہ اس کے گانے والی باندیاں خرید کر لاتا تھا کہ بجائے قرآن کے تم یہ کہانیاں اور گانے وغیرہ سنو۔ ــــــ صاحب روح المعانی (یعنی علامہ آلوسیؒ) نے امام ابوحنیفہؒ سے غنا (راگ گانا) کے حرام ہونے کا قول لکھا ہے اور امام مالکؒ کا ارشاد نقل کیا ہے:

اذا اشتری جاریۃ فوجدھا مغنیۃ فلہ ان یردھا بالعیب الخ جب کسی نے باندی خریدی اور معلوم ہوا کہ وہ مغنیہ ہے تو اس کو اس عیب کی وجہ سے واپس کردے۔

(۵) علامات قیامت میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وظھرت القینات والمعازف (مشکوٰۃ شریف باب اشراط الساعۃ) اور ظاہر ہوں گی گانے والی باندیاں اور آلات موسیقی۔

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لاتبیعوا القینات ولا تشتروھن الحدیث (روح المعانی بحوالہ طبری) گانے والی باندیوں کی خرید و فروخت مت کرو۔

فرمایئے آپ کے خلیفہ یزید کا یہ فعل یعنی سلامہ کو خریدنا ارشاد نبوی کے خلاف ہے یا نہ؟ اور گانے والی باندیوں کا اس کے حرم کی زینت بننا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے یا نہیں، اعلان نکاح وغیرہ کی روایات سے آپ کا استدلال ایسا ہی ہے جیسا کہ شیعہ ہر اس آیت و حدیث سے اپنا ماتم ثابت کرتے ہیں جس میں حزن و گریہ وغیرہ کے الفاظ ہوں۔ محترما عرفاً مغنی اور مغنیہ ان کو کہتے ہیں جو موسیقی کار ہوں۔ آپ نے تو موجودہ ملعون ثقافت، فنکاری اور موسیقی کو حدیث سے ثابت کر دیا۔ یہ جو کچھ ریڈیو اور ٹی وی پر پروگرام آرہے ہیں، کیا یہ سب سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اسی مکتوب میں بندہ نے لکھا تھا۔ خادم کو لالچ دے کر خفیہ طور پر احوص کو اپنے پاس بلانا یہ خود سلامہ کے نزدیک بھی معیوب تھا ورنہ لالچ دے کر خفیہ طریقے سے اسے کیوں بلاتی؟

۲ اطلاع پانے کے باوجود یزید نے خادم کو اس کی اجازت دے دی۔ یہ رضا بالمنکر ہے حالانکہ

بحیثیت خلیفۃ المسلمین کے نہی عن المنکر اس کا فریضہ تھا۔ فرمائیے یہ سلامہ یزید کی مملوکہ باندی تھی۔ خلیفہ کے حرم میں رہتی تھی۔ احوص ایک اجنبی شخص تھا۔ یزید نے اس کو سلامہ کے ہاں داخل ہونے کی کیوں اجازت دے دی۔ اس نے اسی وقت کیوں نہ شرعی گرفت کی۔ کیا ایک اجنبی مرد اور عورت کا ایک مکان میں رازداری سے شب باشی کرنا شرعاً جائز ہے؟

(۴) خلیفہ یزید ساری رات اس نفسانیت کے کشتہ جوڑے کی شب باشی دیکھتا رہا۔ کیا صالح و عادل خلیفہ کی شب بیداری اسی قسم کی ہونی چاہیئے؟ آپ خود انصاف فرمائیے کہ یزید کس قماش کا آدمی تھا اگر اس نے تحقیق کرنی تھی تو وہ سلامہ کے پیغام سے مطلع ہونے کے بعد ان دونوں کو بلا کر دریافت کر لیتا کہ احوص کون ہے؟ اور اس کا سلامہ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ ——— اگر دورِ حاضر میں اس قسم کے دو مرد و عورت کا واقعہ ثابت ہو جائے تو ان کے اس تعلق کو مذموم ہی قرار دیا جائے گا چہ جائیکہ دورِ صحابہؓ میں اس طرح کا قصہ پیش آ جائے۔ آپ نے تو حمایتِ یزید میں دینی اور اخلاقی اقدار ہی کو بدل دیا ہے۔ اس طرح تو یحییٰ خان اور نورجہان کے قصے بھی پاک دامنی پر محمول کیے جا سکتے ہیں العیاذ باللہ۔ اس سلسلے میں میں نے اپنے مکتوب محررہ ۲۷ رجب ۱۴۰۵ھ میں لکھا تھا کہ: عبدالرحمٰن نے اپنے کامیاب رقیب (احوص) کو ناکام بنانے کے لیے یہ تدبیر کی کہ یزید کے پاس جا کر سلامہ کی تعریف کی اور حرم یزید میں اس کو داخل کرایا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت کے لوگ خلیفہ یزید کے مزاج و کردار سے واقف تھے کہ وہ مغنیات کا دلدادہ ہے ورنہ کسی صالح خلیفہ کی بارگاہ میں اپنے حریف کو شکست دینے کے لیے کسی مغنیہ کو کوئی شخص یوں داخل حرم کرانے کی جسارت کر سکتا ہے ——— اور پھر خلیفہ صاحب کی ساری رات اس قسم کی کارگزاری کے باوجود آپ اس کو صالح مانتے ہیں اور اس کا پورا پورا دفاع کرتے ہیں اور پھر باوجود اس کے یہ بھی تحریر فرما رہے ہیں کہ: "فقیر کو بحمداللہ تعالیٰ یزید کے ساتھ قطعاً کوئی لگاؤ نہیں"۔ (مکتوب ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ) حضرت آپ نے یہ بھی عجیب بات فرمائی۔ جب آپ یزید کو صالح اور عادل مانتے ہیں اور اس کا دفاع بھی بہر حال کر رہے ہیں تو پھر عدم مناسبت اور عدم تعلق کا کیا مطلب۔ اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ سلامہ اور احوص نے بھی یزید کو امیر المومنین کہہ کر مخاطب کیا ہے حالانکہ وہ بھی جانتے تھے کہ یزید کس کردار کا مالک ہے جس نے ساری رات ان کو چھپ کر دیکھنے میں گزار دی ہے۔ ہمارے درویش صاحب بھی تو کچھ سمجھیں۔

دورِ حاضر میں یزیدیت کے علمبردار محمود احمد عباسی لکھتے ہیں:

یزید بحیثیت شکاری میں شک نہیں کہ امیر یزید بڑے شکاری اور زبردست شہسوار تھے

پروفیسر ہٹی نے اسلام میں پہلا بڑا شکاری انہیں کہا ہے (THE FIRST GREAT HUNTER IN ISLAM) اور لکھا ہے کہ وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے ایک چیتا کو سدھایا تھا کہ گھوڑے کے دم کے پچھلے حصہ پر سوار چلا کرے۔ مورخ الخضری نے بھی لکھا ہے کہ یزید شکار کے بڑے شوقین تھے۔

(تحقیق مزید صـ۱۶۹ الخ صـ۱۲۴ ج ۲)

کتے اور بندر سلامہ۔ احوص اور یزید کا قصہ بیان کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: روایت ہے کہ یزید گانے بجانے کے آلات، شراب نوشی کرنے، راگ الاپنے، شکار کرنے، غلام اور لونڈیاں بنانے، کتے پالنے، مینڈھوں، ریچھوں اور بندروں کے لڑانے میں مشہور تھا۔ ہر صبح کو وہ مخمور ہوتا اور زین دار گھوڑے پر زین سے باندھ دیتا اور وہ اسے چلاتا اور بندر کو سونے کا ٹوپ پہناتا اور یہی حال غلاموں کا تھا اور وہ گھڑ دوڑ کراتا اور جب کوئی بندر مر جاتا تو اس پر غم کرتا اور بعض کا قول ہے کہ اس کی موت کا باعث یہ ہوا کہ اس نے ایک بندر اٹھایا اور اسے نچانے لگا تو اس نے اسے کاٹ لیا اور لوگوں نے اس کے علاوہ بھی اس کے بارے میں باتیں کی ہیں اللہ تعالیٰ ہی ان کی صحت کو بہتر جانتا ہے (واللہ اعلم بصحۃ ذلک)

(ایضاً البدایہ والنہایہ مترجم ج ۸ ص ۱۱۶۹)

تبصرہ مندرجہ روایت کے متعلق حافظ ابن کثیر کا واللہ اعلم بصحۃ ذلک لکھنا (یعنی اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ روایات صحیح ہیں یا نہ) اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان روایات کو بالکل بے بنیاد اور وضعی نہیں قرار دیتے اور جب عباسی صاحب نے اپنے محبوب خلیفۃ المسلمین کے متعلق اس کا موسیقی کا دلدادہ ہونا، اپنے حرم میں سلامہ جیسی مغنیات (گانے والیوں) کا رکھنا، شکار کھیلنا اور شکار کے لیے چیتے کا سدھانا تسلیم کر لیا ہے تو پھر یہ کوئی بعید از قیاس نہیں کہ بندروں اور ریچھوں کی تربیت گاہ بھی اس نے کھول رکھی ہو کیونکہ بہ نسبت چیتے سدھانے کے بندروں اور ریچھوں کا سدھانا آسان ہے اور عام طور پر بازی گر اور نٹ بندر اور ریچھ پالتے رہتے ہیں۔ قاضی درویش صاحب بھی حبِ یزید کے حصار سے نکل کر انصاف فرمائیں کہ صحابہ اور تابعین کے دور میں کیا اس کردار کا خلیفہ

...اور ظالم قرار دیا جاسکتا ہے

فسق یزید متفق علیہ ہے

یزید کی تکفیر اور لعن میں تو اختلاف ہے لیکن فسق پر جمہور اہلسنت کا اتفاق ہے۔ چنانچہ فاضل مؤرخ ابن خلدون نے لکھا ہے:

وما الحسین فانہ لما ظہر فسق یزید عند الکافۃ من اہل عصرہ الخ (مقدمہ ابن خلدون ص۲۱۶)

اگر حضرت حسین رضؓ کا معاملہ یہ ہے کہ جب اس دور کے تمام لوگوں کے نزدیک یزید کا فسق ظاہر ہوگیا الخ (مقدمہ ابن خلدون مترجم حصہ دوم)

(۲) حافظ ابن حجر مکی (متوفی ۹۷۴ھ) لکھتے ہیں: وبعد اتفاقہم علی فسقہ اختلفوا علی جواز لعنہ بخصوص اسمہ الخ (صواعق محرقہ ص۱۳۲) اور اس کے فسق پر اتفاق کرنے کے بعد اہل سنت نے اس کا نام لے کر لعنت کرنے کے جواز میں اختلاف کیا ہے)

حضرت ابن عمرؓ کا ارشاد

محمود احمد عباسی وغیرہ حامیانِ یزید واقعہ حرہ کے سلسلہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول پیش کرتے ہیں اور قاضی شمس الدین صاحب نے بھی ان کی اتباع میں حضرت ابن عمرؓ کا قول پیش کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

بخاری شریف جلد ۲ کتاب الفتن۔ باب۔ اذا قال عند قوم شیئاً ثم خرج فقال بخلافہ ......

ترجمۃ الباب کے متعلق علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اہل مدینہ یزید کے پاس دمشق گئے تو وہاں ایک طرح کی باتیں کرتے رہے اور جب دمشق سے واپس آئے تو دوسری طرح کی باتیں کرنے لگے۔ آگے حضرت ابن عمرؓ کی حدیث لکھی ہے اور اس ترجمۃ الباب کا مطلب امام عینیؒ نے یہ بیان فرمایا کہ سیدنا ابن عمرؓ نے اہل مدینہ کے اس دوہرے رویے کو ایک قسم کی غداری سے تعبیر کیا ہے (نوع من الغدر) اس سے آگے بخاری میں ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اولاد اپنے ملازمین کو جمع کیا اور انہیں مخاطب فرماتے ہوئے کہا۔ ہم نے یزید کی بیعت اللہ اور اس کے رسولؐ کی بیعت سمجھ کر کی ہے اور میں اس سے بڑی غداری نہیں سمجھتا کہ ایک آدمی (یعنی یزید) کی بیعت اللہ اور اس کے رسولؐ کی بیعت سمجھ کر کی جائے پھر غداری کر کے اس سے بیعت توڑی جائے اور اس سے جنگ کی جائے (ثم ینصب لہ القتال) اگر مجھے پتہ چل گیا کہ تم میں سے کسی نے یزید سے بیعت توڑ لی ہے تو میرا اس سے بائیکاٹ ہے (کانت الفیصل بینی وبینہ) ——— مسلم شریف ج ۲۔ کتاب الامارہ

باب تحریم الخروج من الطاعۃ ومفارقۃ الجماعۃ ص ۱۲۸ پر تین سندوں سے امام مسلم نے حضرت نافع کی روایت لکھی ہے .... اور یہ روایت اس پس منظر کے ماتحت لکھی ہے کہ جب سیدنا معاویہؓ کے بیٹے یزید کی خلافت میں اس کے خلاف (واقعہ حرہ) کی کھچڑی پک رہی تھی تو سیدنا عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہؓ بن مطیع کے گھر تشریف لے گئے تو عبداللہؓ بن مطیع نے ابن عمرؓ کے لیے گدا بچھانے کو کہا مگر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں تمہارے ہاں بیٹھنے کے لیے نہیں آیا ہوں۔ میں تو تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سنانے کے لیے آیا ہوں کہ: جو شخص کسی سے بیعت کے بعد اس عہد کو توڑے گا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے یوں حاضر ہوگا کہ اس کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی۔ جو کسی کی بیعت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالے بغیر مرجائے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔"

(نقیب ختم نبوت ص ۲۵ جون ۱۹۹۰ء)

الجواب

(۱) قاضی شمس الدین صاحب درویش نے جو کچھ لکھا ہے وہ محمود احمد صاحب عباسی کی کتاب سے ماخوذ ہے (ملاحظہ ہو خلافتِ معاویہ و یزید طبع چہارم ص ۲۵۷ - ۲۵۸) ہم نے خارجی فتنہ حصہ دوم (بحث فسق یزید) ص ۵۲۱ تا ص ۵۲۳ میں ان کی ساری عبارت نقل کر دی ہے اور پھر ان کے مغالطہ کی نشاندہی کر دی ہے (تفصیل وہاں قابلِ ملاحظہ ہے۔ واقعہ حرہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور مدینہ شریف کے دوسرے صحابہؓ اور تابعین کے مابین اختلاف یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ بیعت کرنے کے بعد خلیفہ کی بیعت کو توڑنا اور اس کو معزول کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے خواہ اس کا فسق ظاہر ہو جائے اور دوسرے صحابہ کرام خلیفہ کا فسق ظاہر ہونے کے بعد اس کو معزول کرنا جائز قرار دیتے تھے۔ یہ ایک اجتہادی اختلاف تھا۔ چنانچہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ معرکہ کربلا اور حرہ کے سلسلے میں فرماتے ہیں۔ فاسق ہونے کے بعد خلیفہ معزول ہو جاتا ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ اس وقت تک مجمع علیہ نہیں ہوا تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین کی رائے یہ بھی کہ وہ معزول ہو گیا اور اسی بنا پر اصلاح امت کی غرض سے انہوں نے جہاد کا ارادہ فرمایا پھر باوجود اس کے خلع کا مسئلہ تو آج بھی متفق علیہ ہے۔ یعنی اگر خلیفہ نے ارتکاب فسق کیا تو اصحاب قدرت پر اس کو عزل کر دینا اور کسی عادل متقی کو خلیفہ کرنا لازم ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس کے عزل اور خلع سے مفاسد

مصالح سے زائد نہ ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ان کے اتباع کی رائے میں مفاسد زیادہ نظر آئے وہ اپنی بیعت پر قائم رہے اور اہلِ مدینہ نے عموماً بعد از بیعت اور واپسی وفد از شام ایسا محسوس نہیں کیا اور سبھوں نے خلع کیا جس کی بنا پر وہ قیامت خیز واقعہ حرّہ نمودار ہوا جس سے مدینہ منورہ اور مسجد نبوی اور حرم محترم کی انتہائی بے حرمتی اور تذلیل ہوئی کیا مقتولین حرّہ کو شہید نہیں کہا جائے گا الخ (مکتوبات شیخ الاسلام جلد اوّل مکتوب ۸۹ ص ۲۸۷)

(۲) دَورِ فتنہ کے متعلق مختلف احادیث امام مسلم نے نقل فرمائی ہیں جن کی شرح میں امام نوویؒ لکھتے ہیں۔ وقد اختلف العلماء فی قتال الفتنۃ فقالت طائفۃ لایقاتل فی فتن المسلمین وان دخلوا علیہ بیتہ وطلبوا قتلہ الخ (نووی جلد ثانی کتاب الفتن ص ۳۸۹) (ترجمہ) اور فتنہ کے دَور میں قتال کرنے کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ مسلمانوں کے باہمی فتنہ کے دور میں لڑائی بالکل نہ کی جائے اگرچہ وہ اس کے گھر میں داخل ہو کر اس کو قتل کرنا چاہیں اس کے لیے اپنی طرف سے مدافعت جائز نہیں ہے کیونکہ جو شخص طالبِ قتل ہے اس کے پاس تاویل ہے اور یہ مذہب حضرت ابوبکرہ صحابیؓ وغیرہ کا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عمران بن الحصین وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ اس قتال میں حصہ نہ لے لیکن اگر اس کے قتل کا ارادہ کریں تو وہ اپنی طرف سے دفاع کرے۔ یہ دونوں مذہب (مسلک) اس بات پر متفق ہیں کہ اہل اسلام کے باہمی فتنہ میں بالکل دخل نہ دیا جائے اور دیگر بڑے بڑے صحابہ اور تابعین اور عام علماء اسلام کے نزدیک فتنہ میں اہل حق کا ساتھ دینا اور ان کی مدد کرنا۔ لڑائی کے دوران باغیوں کے مقابلے میں واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ باغیوں سے قتال کرو۔ الآیۃ اور یہی مسلک صحیح ہے اور مندرجہ احادیث کے متعلق یہ تاویل کی جائے گی کہ قتال میں حصہ نہ لینا اس شخص کے لیے ہے جس پر یہ ظاہر نہ ہو کہ فریقین میں سے حق و صواب پر کون ہے یا یہ حکم ان دو گروہوں کے متعلق ہے جو دونوں ظالم ہیں اور ان میں سے کسی کے پاس کوئی تاویل نہیں ہے اور اگر ان حضرات کا پہلا مسلک اختیار کیا جائے تو فساد و بگاڑ رونما ہو گا اور باغی اور اہل باطل کا فتنہ بڑھ جائے گا۔

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے موقف کے متعلق لکھتے ہیں۔ وکان رأی ابن عمرؓ ترک القتال فی الفتنۃ ولو ظہر ان احدی الطائفتین محقۃ والاخری مبطلۃ۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۰) اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ فتنہ کے زمانے میں جنگ و قتال
کو ترک کر دیا جائے اگرچہ یہ ظاہر ہو جائے کہ ایک گروہ حق پر ہے اور دوسرا باطل پر)۔ حضرت ابن عمرؓ
کی زیر بحث حدیث کے تحت ہی حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ وفی ھذا الحدیث وجوب طاعۃ الامام
الذی انعقدت لہ بیعۃ والمنع من الخروج علیہ ولو جار فی حکمہ وانہ لا ینخلع بالفسق
(ایضاً ج ۱۳ کتاب الفتن ص ۶۱) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس امام (خلیفہ) کی بیعت منعقد
ہو چکی ہو اس کی اطاعت واجب ہے اور اس کے خلاف خروج کرنا ممنوع ہے اگرچہ وہ اپنے
حکم میں جور و ظلم کرتا ہو اور فسق کی وجہ سے وہ معزول نہیں ہو سکتا) اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ
بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ رضؓ بن عباس نے یزید کو صالح سمجھنے کی وجہ سے اس کی بیعت فسخ نہیں کی بلکہ
انہوں نے اپنے اس اجتہاد کی وجہ سے بیعت فسخ نہیں کی کہ خلیفہ و امام اگرچہ فاسق بھی ہو جائے تو اس کی
بیعت پر قائم رہنا چاہیئے اور بیعت فسخ کرنے کو ہی انہوں نے غدر قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام عینیؒ
حنفی محدث یہاں غدر کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وھو ترک الوفاء بالعھد (عمدۃ القاری
ج ۲۴ ص ۲۰۹) اور غدر یہ ہے کہ عہد کو پورا نہ کیا جائے اور بیعت بھی چونکہ عہد و اقرار ہوتا ہے اس
لیے بیعت فسخ کرنے کو غدر قرار دیا اور حضرت ابن عمرؓ نے جو یہ فرمایا ہے کہ: انا قد بایعنا ھذا
الرجل علی بیع اللہ و رسولہ (بے شک ہم نے اس شخص (یزید) سے اللہ اور اس کے رسولؐ کی
بیعت کی ہے (خلافت معاویہ و یزید طبع چہارم ص ۲۵۷) اور اس سے یزیدی لوگ یزید کی بیعت
کا صحیح ہونا اور اس کا صالح ہونا ثابت کرتے ہیں تو اس کا مطلب بھی شارحین حدیث نے بیان کر دیا
ہے۔ چنانچہ حافظ بدر الدین عینی محدث لکھتے ہیں: ای علی شرط ما امر اللہ بہ من البیعۃ
(عمدۃ القاری جلد ۲۴ ص ۲۰۹) اور حافظ ابن حجر عسقلانی محدث بھی فرماتے ہیں۔ ای علی شرط
ما امر اللہ و رسولہ بہ من بیعۃ الامام" (فتح الباری ج ۱۳ ص ۶۷) یعنی اس شرط پر ہم نے
یزید کی بیعت کی ہے جس کا اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے) اس کا مطلب یہ ہے
کہ امام اور خلیفہ کا وہی حکم قابلِ تسلیم ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہ ہو۔
البتہ یہ بات شرعی حکمت پر مبنی ہے کہ اگر خلیفہ و امام فاسق ہو جائے تو اس کے ناجائز احکام کی تو پیروی
نہیں کی جائے گی مگر اس کی بیعت برقرار رکھی جائے گی۔

ایک سوال: قاضی صاحب درویش بتائیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ حضرات کے بیعت پر قائم رہنے سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ یزید ان کے نزدیک صالح و عادل خلیفہ تھا۔ زیر بحث حدیث سے آپ کے مؤقف کی تائید کیونکر حاصل ہوتی ہے بلکہ سانحہ حرہ سے تو یزید کا فسق ہی ثابت ہوتا ہے جیسا کہ جمہور اہل سنت والجماعت کا مؤقف ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ اور حضرت عبداللہ بن مطیعؓ وغیرہ صحابہ اور تابعین نے جب یزید پر یہ الزام لگایا کہ وہ شراب بھی پیتا ہے اور تارک نماز بھی ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی یزید کو شراب نوش اور تارک صلوٰۃ قرار دیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر محدث لکھتے ہیں:

مورخین نے بیان کیا ہے کہ یزید کو اطلاع ملی کہ حضرت ابن زبیرؓ اپنے خطبہ میں بیان کرتے ہیں کہ یزید دھوکے باز۔ شراب نوش۔ تارک الصلوٰۃ اور گلوکارہ لونڈیوں کے ساتھ رہنے والا ہے۔" (البدایہ والنہایہ مترجم ج ۸ ص ۱۴۱)

تو اصحاب مدینہ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے جواب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ یزید تو صالح و عادل خلیفہ ہے اس لیے تمہارا بیعت فسخ کرنا اور اس کی فوجوں کا مقابلہ کرنا شرعاً ناجائز ہے حالانکہ یہی موقع تھا ان کی طرف سے جواب دینے کا بلکہ انہوں نے صرف وہ حدیث پیش کی جس میں خلیفہ کی بیعت کے بعد اس کو فسخ کرنا ممنوع ثابت ہوتا ہے۔

(۲) اور یزیدی گروہ کو اس پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ مدینہ کے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ نے کیا بلاوجہ کسی دنیوی طمع یا ہوس اقتدار کی بنا پر یزید کی مخالفت کر کے اپنے عزیزوں کو شہید کرایا تھا یا ان کو یزید سے اس کے فاسقانہ کردار کی وجہ سے دینی اور شرعی اختلاف تھا جس کی وجہ سے انہوں نے اتنی بڑی قربانی دی۔ ہم اہل سنت تو صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ تصور نہیں کر سکتے کہ انہوں نے محض دنیوی اغراض کی خاطر یا اغیار کی تحریک سے یزید کی مخالفت کی تھی بلکہ ہم حسب شہادت خداوندی یبتغون فضلاً من اللہ و رضواناً (وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں) ان صحابہؓ کو مخلص قرار دیتے ہیں اور ان کی تحقیق کو صحیح مانتے ہیں کہ یزید شرابی بھی تھا اور تارکِ نماز بھی۔

یزید نے حضرت ابن زبیرؓ کو ملحد کہا

محمود احمد عباسی لکھتے ہیں: جب فوجی دستہ (یعنی مسلم بن عقبہ کی قیادت میں) روانگی کے لیے تیار ہو گیا۔ امیر المومنین (یزید) اسے رخصت کرنے خود آئے۔ تلوار گلے میں لگائے ہوئے تھے۔ لشکر کے سوار دل

کو دیکھ رہے تھے اور یہ اشعار اپنی زبان سے کہہ رہے تھے جو بتغیر الفاظ پہلے نقل ہو چکے ہیں یہاں بلاذری سے نقل کیے جاتے ہیں.....

آخری شعر: یا عجبا من ملحد یا عجبا ۔ مُخادع فی الدین یقفو بالعری۔ (مجھے اس ملحد (دین میں نئی بات کرنے والے) سے تعجب ہوتا ہے جو دین میں مکاری کرتا ہے اور بزرگوں کو بُرا کہتا ہے۔ پھر امیر عسکر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مدینہ کے لوگوں کو تین دن کی مہلت دینا مان جائیں تو خیر ورنہ لڑائی کرنا۔ جب غلبہ پا جاؤ تو باغیوں کا مال اور روپیہ اور ہتھیار اور غلہ یہ لشکریوں کے لیے ہے الخ (خلافت معاویہ و یزید طبع چہارم ص ۳۲۷)

قاضی شمس الدین صاحب! یہ ہے آپ کا محبوب امیر المومنین یزید جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نواسے اور جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ملحد اور دین میں دھوکہ دینے والا قرار دیتا ہے لیکن آپ پھر بھی حضرت ابن زبیرؓ کے بجائے یزید کے ہی حامی ہیں اور اس کو عادل اور صالح ثابت کرنے کے لیے طرح طرح کے پاپڑ بیل رہے ہیں اور پھر یہ وہی یزید ہے جس نے مدینہ منورہ میں اپنے سپہ سالار مسلم بن عقبہ کے ذریعے قتلِ عام کرایا اور اہلِ مدینہ کا مال و اسباب اپنے لشکریوں کے لیے حلال قرار دیا اور اسی ظالم در ظالم مسلم نے بعض صحابہ کو زندہ گرفتار کر کے قتل کرا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس کے جواب میں غالباً آپ یہی کہیں گے کہ اہلِ مدینہ خلیفۂ وقت کے باغی تھے اور باغیوں کی سرکوبی ضروری ہے تو پھر قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑنے والوں کو آپ کیوں باغی نہیں قرار دیتے بلکہ ان کی خطاء اجتہادی کو بھی تسلیم نہیں کرتے حالانکہ میں نے جمہور اہلِ سُنّت کی اتباع میں ان کی بغاوت کو بھی صورتاً بغاوت کہا ہے اور ان کی خلیفہ راشد سے اس جنگ کو بوجہ مجتہد صحابی ہونے کے ان کی اجتہادی خطا قرار دیا ہے لیکن اس کے باوجود آپ نے حب صحابہ کرامؓ کا مدعی بن کر آسمان سر پر اٹھا لیا ہے۔ لیکن یزید کے مقابلے میں آپ مدینہ منورہ کے صحابہؓ کا شرف صحابیت بالکل بھول جاتے ہیں۔ آخر خلافتِ علی المرتضیٰؓ اور خلافتِ یزید کے بارے میں اس فرق اور اس نظریہ کی تہہ میں کیا چیز پوشیدہ ہے؟ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

حضرت ابن الزبیرؓ حضرت ابن عمرؓ کی نظر میں

اس عنوان کے تحت بندہ نے خارجی فتنہ حصہ دوم (بحث فسق یزید) ص ۵۶۱ پر جو کچھ

ں ہے درج یہاں ہدیۂ قارئین کرتا ہوں : اور گو حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے اپنے موقف اجتہادی کی بنا پر حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی بیعت نہیں کی تھی لیکن آپ ان کے فضائل کے معترف تھے چنانچہ جب وقت کے ظالم ترین شخص حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی لاش کو مکہ مکرمہ میں سُولی پر لٹکایا اور شیخ الصحابہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ نے عبداللہ بن زبیرؓ کو تین بار ان الفاظ سے سلام کیا۔ السلام علیک یا ابا خبیب (ابو خبیب حضرت ابن زبیرؓ کی کنیت ہے) پھر فرمایا۔ اما واللہ لقد کنت انہاک عن ھذا (بخدا میں تجھ کو اس سے منع کیا کرتا تھا) اور پھر آپ کو ان الفاظ سے خراجِ عقیدت پیش کیا۔ واللہ ان کنت ما علمت صوّاما قوّاماً وصولا للرحم (بخدا میں جانتا ہوں کہ آپ بہت روزے رکھنے والے تھے۔ بہت زیادہ نماز میں قیام کرنے والے تھے اور بہت زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔" (صحیح مسلم جلد ثانی ص ۳۱۲) امام نووی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اس ارشاد کے تحت لکھتے ہیں:

فاراد ابن عمرؓ براءۃ ابن الزبیر من ذلک الذی نسبہ الیہ الحجاج واعلام الناس بمحاسنہ وانہ ضد ما قالہ الحجاج ومذھب اھل الحق ان ابن الزبیرؓ کان مظلوماً وانّ الحجاج ورُفقۃ کانوا خوارج الیہ

حجاج نے چونکہ ابن الزبیرؓ کو ظالم اور عدو اللہ (دشمنِ خدا) کہا تھا اس لیے اس کے جواب میں حضرت ابن عمرؓ نے آپ کے محاسن وفضائل بیان کرکے آپ کی صفائی پیش کی ہے تاکہ دوسرے لوگ بھی واقف ہوجائیں اور اہلِ حق کا یہی مذہب ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ مظلوم تھے اور حجاج اور اس کے رفقائے کار ان کے خلاف خروج کرنے والے تھے۔

(۲) علامہ علی قاری حنفی محدثؒ فاسق اور ظالم امام (خلیفہ) کو معزول کرنے کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

لاشک انھم کانوا خائفین من نحو یزید والحجاج و زیاد ولم یکن یتمنّٰی الخروج حینئذ علی ارباب العناد بل کان یترتب علیہ امور من الفساد ولذا کان ابن عمرؓ یَمنَعُ ابن الزبیرؓ وینہاہُ عن دعوی الخلافۃ مع انہ کان احق واولی بھا من امراء الجور بلا خلافٍ (شرح فقہ اکبر ص۱۸۱)

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ (یعنی اکابر) یزید، حجاج اور ابن زیاد جیسے امرا (حکام)

سے ڈرتے تھے اور ان حالات میں اربابِ عناد کے مقابلے میں خروج بھی کامیاب نہیں ہو سکتا تھا بلکہ خروج پر اور دوسرے مفاسد کے واقع ہونے کا خطرہ تھا اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو منع کرتے تھے اور ان کو دعویٰ خلافت سے روکتے تھے باوجود اس کے کہ بلا اختلاف حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ان ظالم امراء (یعنی یزید و حجاج وغیرہ) سے خلافت کے زیادہ حقدار اور بہتر تھے۔" (ملاحظہ ہو خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۵۶۲)۔ اس سے واضح ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ خلافت کے لیے سب سے زیادہ مستحق سمجھتے تھے اور یزید کو ظالم اور جابر حکمران قرار دیتے تھے۔ البتہ اپنے اجتہاد کی بنا پر آپ حضرت ابن زبیرؓ کو دعویٰ خلافت سے منع فرماتے تھے۔

یزید امام عینی کی نظر میں

قاضی شمس الدین درویش نے امام بدر الدین عینی محدث کی عمدۃ القاری شرح البخاری کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی وہ حدیث تو پیش کر دی جس میں انہوں نے یزید کی بیعت فسخ کرنے سے منع فرمایا (جس کی بحث پہلے گزر چکی ہے) لیکن امام عینی کی وہ عبارت نظر انداز کر گئے جس میں انہوں نے یزید کو حسبِ حدیث امت کی ہلاکت کا باعث قرار دیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے قال ابو ھریرۃؓ سمعت الصادق المصدوق یقول ھلکۃ امتی علی یدی غلمۃ من قریش۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے صادق و مصدوق (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے نوخیز جوانوں کے ہاتھوں پر ہو گی۔"

امام عینی اس حدیث کی شرح میں ان جوانوں کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں جن کے ہاتھوں سے اس زمانہ کی ہلاکت ہو گی۔ اولھم یزید علیہ ما یستحق وکان غالباً ینزع الشیوخ من امارۃ البلدان الکبار ویولیھا الاصاغر من اقاربہ (عمدۃ القاری شرح البخاری جلد ۲۴ ص ۱۸۰) یعنی ان جوانوں میں اول یزید ہے اس پر وہی (عذاب) ہو جس کا وہ مستحق ہے۔ وہ غالباً شہروں کی امارت (حکمرانی) سے بڑوں کو ہٹا دیتا تھا اور اپنے رشتہ دار چھوٹے لوگوں کو ان کی جگہ مقرر کرتا تھا۔

فرمائیے قاضی درویش صاحب! یہ ہے آپ کا ممدوح یزید امام عینی کی نظر میں، لیکن آپ کا حال تو یہ ہے کہ میٹھا میٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھو۔

(جاری ہے)

چار یارانِ نبیؐ پاک

چار یارانِ نبیؐ ہیں وہ ہمارے پیشوا ہیں معلم خاص کر جن کے صحیب کبریا
ہم کو لازم ہے بتہِ دل دائم انؓ کی اقتدا

چار یارانِ نبیؐ کی اقتدا حق کی رضا اقتدا انؓ کی رضا و اقتدائے مصطفیٰ
ہم کو لازم ہے بتہِ دل دائم انؓ کی اقتدا

چار یارانِ نبیؐ سا ہو سدا ذِ زندگی باحضوریِ دل وجاں ہو خدا کی بندگی
ہم کو لازم ہے بتہِ دل دائم انؓ کی اقتدا

چار یارانِ نبیؐ جیسی ہوں خُلق وسعتیں چار یارانِ نبیؐ جیسی ہوں باہم شفقتیں
ہم کو لازم ہے بتہِ دل دائم انؓ کی اقتدا

چار یارانِ نبیؐ کی مثل عفت ہو ہمیں چار یارانِ نبیؐ جیسی حمیّت ہو ہمیں
ہم کو لازم ہے بتہِ دل دائم انؓ کی اقتدا

چار یارانِ نبیؐ جیسی دیانت ہم سے ہو چار یارانِ نبیؐ جیسی عدالت ہم سے ہو
ہم کو لازم ہے بتہِ دل دائم انؓ کی اقتدا

چار یارانِ نبیؐ کی مثل ہوں ذوالعزمیاں اجتہادِ زیست میں انؓ جیسی ہوں سرگرمیاں
ہم کو لازم ہے بتہِ دل دائم انؓ کی اقتدا

چار یارانِ نبیؐ سے زیست میں ہوں ہمسفر جراتیں انؓ جیسی ہوں انؓ جیسی ہوں فتح وظفر
ہم کو لازم ہے بتہِ دل دائم انؓ کی اقتدا

چار یارانِ نبیؐ سے تھیں عجب شہ کاریاں واہ اے بیچینؔ! انؓ کی دینی خدمت گاریاں
ہم کو لازم ہے بتہِ دل دائم انؓ کی اقتدا

خاکسار بیچینؔ رجپوری (بدایونی)